تذکرۂ اسلاف

از محمد بہاء الحق قاسمی

خطیب جامع مسجد ماڈل ٹاؤن لاہور

عرضِ حال

"تذکرۂ اسلاف" مارچ ۱۹۶۲ء میں پہلی مرتبہ طبع ہوا تھا۔ شائع ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں بعض تاریخی غلطیاں موجود ہیں۔ نیز بعد میں چند ایسی تاریخی معلومات بھی حاصل ہوئیں جن کا اس کتاب میں شامل کیا جانا ضروری تھا۔ اس لئے اس کتاب کو دوبارہ طبع کرا کر قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس میں

(۱) غلطیوں کی تصحیح کے سلسلے میں کہیں تو غلطی کی نشاندہی بھی کی گئی ہے اور کہیں نشاندہی کے بغیر فقط تصحیح پر کفایت کی گئی ہے۔

(۲) غیر ضروری عبارات کو حذف کر دیا گیا ہے۔ "تکملہ" کو بھی کلیتہً حذف کر کے اس کے مندرجات کو اصل کتاب کے مناسب مقامات میں درج کر دیا گیا ہے۔

(۳) بعض مقامات پر اضافہ کیا گیا ہے۔

(۴) حذف و اضافہ کی نشاندہی بھی بجز ایک آدھ مقام کے نہیں کی گئی ہے۔

ان تصرفات کے باوجود بھی اس سلسلہ میں مزید تحقیقات اور تجسس کی گنجائش موجود ہے انسان مہد سے لحد تک طالب علم ہے۔ طلب صادق جاری ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے عاجز بندوں کو نت نئے معلومات و انکشافات سے نوازتا اور اس کی خامیوں اور کوتاہیوں پر اسے متنبہ فرماتا رہتا ہے نادانستہ غلطیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور میں معافی کی درخواست اور اہل علم حضرات کی خدمت میں معذرت پیش کرتا ہوں۔

(محمد بہاء الحق قاسمی عفا اللہ عنہ۔ مؤلف تذکرۂ اسلاف)

مختصر تبصرہ بر تذکرہ طبع اول

(از جناب مؤرخ اسلام سید ہاشمی صاحب فرید آبادی سابق سکریٹری عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن)

مکرم مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی کی یہ نئی تالیف پڑھ کر مسرت تو نصیب ہوئی۔ دس بارہ سال سے موصوف کے اخلاص و تقویٰ، علم و فضل اور خطابت کے مظاہر دیکھے ان کی ذاتی مہر و عنایت سے بہرہ مند ہوتا رہا۔ لیکن ان کے صاحبان علم و عرفان بزرگان خاندان سے تفصیلی آگہی نہ تھی۔ مولانا کا شکر گزار ہوں کہ ان کے "تذکرہ اسلاف" نے یہ آگہی بخشی۔ موصوف نے اس مختصر تالیف سے محض ایک خاندانی فرض ہی ادا نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کی ثقافتی تاریخ میں ایک فصل تازہ کا بھی اضافہ کیا ہے۔ جو امید ہے خود مؤلف کی ایک مستقل علمی یادگار اور ٹھیک اس شعر کا مصداق ہو گا کہ ؎

نام نیک رفتگاں ضائع مکن   تا بماند نام نیکت یادگار

اس کتاب کے تاریخی اور سوانحی حالات فراہم کرنے میں بڑی محنت و تلاش سے کام لیا گیا ہے اور اپنے بیان کے حوالے جابجا درج کر دیئے گئے ہیں۔ سند کا یہ اہتمام جس کا آغاز و نفاذ علماء اسلام نے کیا تھا اب عہد جدید کے طریق تحقیق کی خصوصیت ہو گیا ہے مولانا کی کتاب اس مذاق تحقیق سے جدید سمجھئے یا قدیم، بخوبی ہم آہنگ ہے۔ زیر طبع مجموعہ جو مجھے ملا اس میں فہرست مضامین شامل نہیں۔ کتابت کی غلطیاں بھی نظر آئیں۔ اس کی خصوصاً اعداد و سنین کی تصحیح ایک غلط نامہ سے کر دی جائے تو بہتر ہے۔

"تذکرہ نو" سے مادہ تاریخ طباعت بر آمد ہوتا ہے۔
۱۳۸۱ھ

۱۴ فروری ۱۹۶۲ء
ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

سید ہاشمی فرید آبادی

تبصرہ نگار سید ہاشمی صاحب ممدوح اس دنیائے فانی سے
انتقال فرما گئے۔ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ

قطعۂ تاریخ وفات پروفیسر منظور احسن صاحب عباسی دام مجدہٗ نے
رقم فرمایا۔ جو درج ذیل ہے:-

آنکہ فکرش نکتہ یاب و نکتہ ساز — آنکہ حرفش جان فروز و دل نواز
چوں شد از دنیائے دوں احسنؔ بگفت — رفت سید ہاشمی داناے راز

۱۳۸۴ھ

"تذکرۂ اسلاف" کی قیمت اور ملنے کا پتہ

"تذکرۂ اسلاف" کی قیمت بہت کم یعنی صرف ایک روپیہ (علاوہ محصول ڈاک) ہے۔

ملنے کا پتہ:-

(۱) پیرزادہ محمد عطاء الحق قاسمی۔ اے بلاک
ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

(۲) حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری
آرام گلی بازار۔ بانڈرتھ روڈ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و ثنا اس خدائے یکتا و بے ہمتا کے لئے سزاوار ہے جس نے انسان کے لئے علم و عمل کی راہیں کھولیں اور اس کو اشرف المخلوقات بنایا۔ جس نے انسانوں کے باہمی تعارف کے لئے ان کے قبیلے اور خاندان بنائے لیکن اپنی بارگاہ عالی میں عزت اسی کو بخشی جو اس سے ڈرا اور جس نے تقویٰ اختیار کیا۔ اور ہزاراں ہزار درود و سلام اُس نبی قریشی ہاشمی و مطلبی پر ہو جس نے آقا و غلام، کالے اور گورے، حاکم اور محکوم کو ایک سطح پر کھڑا کیا اور نسل و رنگ کا امتیاز مٹایا اور ذات گوت کی بجائے علم و عمل اور خدا ترسی کو معیارِ شرافت ٹھہرایا۔ اُس نبی معصوم نے صاف صاف فرمایا کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی برتری اور کوئی فضیلت سوائے تقویٰ کے نہیں ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ الطیبین و اصحابہ الطاہرین و علماءِ اُمتہٖ والاولیاء والاخیار العارفین۔

وجہ تالیف | مُحبّی حکیم محمد موسیٰ صاحب ابن جناب حکیم فقیر محمد صاحب چشتی نظامی امرتسری مرحوم و مغفور[1] کے دل میں دو تین سال قبل یہ خیال پیدا ہوا کہ امرتسر کے علماءِ کرام کے حالاتِ زندگی اور سوانح حیات قلمبند کر کے شائع کئے جائیں تاکہ موجودہ اور آئندہ نسل کے لئے مشعلِ ہدایت کا کام دے سکیں۔ اس نیک خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اُنہوں نے حضرات علماءِ امرتسر کے متعلقین، منتسبین اور اقرباء و تلامذہ سے حالات و کوائف معلوم کرنے کی کوشش شروع کر دی

---

[1] حکیم صاحب مرحوم نیک سرشت، صوفی مشرب، اور خدا ترس طبیب تھے ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں امرتسر سے لاہور تشریف لے آئے تھے اور ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۲ء میں لاہور ہی میں وفات پا گئے غفر اللہ لہٗ۔

یہ ناکارۂ خلائق اور ننگِ اسلاف بھی چونکہ ایک ایسے خاندان کا فرد ہے جو علم و عمل کا گہوارہ رہا ہے اس لئے حکیم محمد موسیٰ صاحب سلمہٗ نے میری طرف بھی رجوع کیا اور مجھے میرے خاندان کے اُن علماء کے حالات پر روشنی ڈالنے کو کہا جن کی زندگی امرتسر میں گذری۔ چنانچہ میں نے اپنے معلومات کی حد تک اپنے والد محترم حضرت مولانا مفتی پیر غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی رحمۃ اللہ اور آپ کے عمِّ بزرگوار اور استادِ مکرم حضرت علامہ مولانا مفتی پیر غلام رسول صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات غیر مرتب صورت میں لکھ کر حکیم صاحب کو دے دیئے۔ جن کو انہوں نے ایک مرتب مضمون کی شکل میں ماہنامہ "فیض الاسلام" راولپنڈی کی اشاعت ماہ مارچ ۱۹۶۰ء اور ماہ جولائی ۱۹۶۱ء میں شائع کرا دیا۔ع

حکیم صاحب کی اس مخلصانہ اور بے غرضانہ جد و جہد نے میرے دل میں اپنے اُن جدّی بزرگوں کے حالاتِ زندگی قلمبند کرنے کی ترغیب و تحریک بھی پیدا کر دی جو کشمیر جنّت نظیر میں مدفون ہیں اور جن کے شاندار علمی اور عملی کارناموں کا تذکرہ نہ صرف ہمارے خاندان کے لئے دلیلِ راہ کا کام دے سکتا ہے بلکہ دوسرے مسلمانوں میں بھی حُسنِ عمل کا جذبہ اور زندگی میں خوشگوار تبدیلی پیدا کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ بن سکتا ہے۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔ اسی نقطۂ نظر سے میں نے اس کام کو شروع کرنے کا ارادہ کر لیا۔

مجھے اس سلسلہ میں اُن کتابوں کی تلاش ہوئی جن میں کشمیر کے علماء و صلحاء رحمہم اللہ

ع بمبئی (انڈیا) سے ایک مقتدر ادبی مجلّہ "نوائے ادب" کے نام سے شائع ہوتا ہے جس میں اہم مضامین اور مقتدر شخصیتوں کا تعارف کرایا جاتا ہے اسی سلسلے میں ڈاکٹر عالی جعفری صاحب نے ان دونوں مضمونوں کی روشنی میں حضرت مولانا مفتی پیر غلام رسول صاحب قاسمی رحمۃ اللہ کا تعارف ماہ جولائی ۱۹۶۰ء کے شمارہ میں اور حضرت مولانا مفتی پیر غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی کا تعارف ماہ جنوری ۱۹۶۲ء کے پرچہ میں کرایا ہے۔

کے حالات وسوانح درج ہیں۔ اس کوشش کے نتیجہ میں چند مطبوعہ کتابیں مل تو گئیں لیکن وہ میرے موضوع کی تشنگی کو دور کرنے کے لئے کافی ثابت نہ ہوئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بزرگانِ کشمیر کے تفصیلی حالات پر مشتمل کتابوں کا بیشتر حصہ قلمی اور غیر مطبوع ہے اور یہ کتابیں تقریباً سب مقبوضہ کشمیر میں موجود ہیں اور ان کتابوں سے براہ راست استفادہ موجودہ سیاسی حالات میں بے حد دشوار ہے۔ اس دشواری کے علاوہ بقول منشی محمد الدین صاحب فوق لاہوری مرحوم ایک المناک صورتِ حال یہ بھی ہے کہ :۔

"کشمیر کی جتنی فارسی کشمیری یا سنسکرت کی تاریخیں اور دیگر علوم و فنون کی کتابیں ہیں اہلِ کشمیر کی تنگدلی اور جہالت کی وجہ سے ہنوز پردۂ گمنامی میں ہیں بلکہ اکثر ضائع ہو چکی ہیں۔ کچھ انگریز اور جرمن سیاح خرید کر لے گئے ہیں[عہ] اور کچھ مالکانِ کتب کی نااہلیت کی وجہ سے کیڑوں کی نذر ہو چکی ہیں۔" (کتاب شباب کشمیر صفحہ ۷۰)

عہ جو قلمی کتابیں غیر ملکی سیاح کشمیر سے خرید کر لے گئے ہیں۔ معلوم نہیں ان میں سے کون کون سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں؟ اس سلسلہ میں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس سرہٗ کے ایک رسالہ "فتوتیہ" کی نسبت ایک مضمون اتفاقاً نظر سے گذرا جس سے معلوم ہوا کہ وہ چھپ گیا ہے چنانچہ ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ (بھارت) بابت ماہ مارچ واپریل ۱۹۶۲ء کے صفحہ ۷۰ میں پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب ایم۔ اے۔ نے لکھا ہے:۔

"اس رسالہ کا ایک نادر مخطوطہ محررہ ۵ رجمادی الثانی ۸۹۹ھ "پیرس یونیورسٹی" کے ایک مستشرق پروفیسر مارین مولے نے ایڈٹ کیا تھا جو ۱۹۶۰ء میں استنبول میں شائع ہوا۔ پروفیسر موصوف نے مطبوعہ رسالہ کا ایک نسخہ از راہ کرم راقم کو بھی بھیجا تھا جس کے ابتدائی حصہ کا ترجمہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے اجمالی حالات (بقیہ اگلے صفحہ پر)

محترم مولانا عبدالکبیر صاحب پرنسپل جامعہ مدینۃ العلوم حضرت بل سری نگر کشمیر نے میرے ایک عریضہ کے جواب میں جوگرامی نامہ ارسال فرمایا تھا اور جو میرے پاس ۲۲ر اپریل ۱۹۶۳ء کو موصول ہوا تھا۔ اس میں آپ نے بھی اس تلخ حقیقت کا حسب ذیل الفاظ میں اظہار فرمایا ہے:۔

"یہاں اب قلمی کتابیں ضائع ہو رہی ہیں۔ اکثر مالکان کتب جاہل ہیں ان کتابوں سے نہ خود استفادہ کر سکتے ہیں نہ کسی کو ان سے مستفید ہونے دیتے ہیں"

ان مشکلات وموانع کے ہوتے ہوئے بزرگان کشمیر کے تفصیلی حالات کا فراہم کرنا جس قدر دشوار ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ تاہم میں نے وادیٔ کشمیر کے بعض ایسے حضرات کے نام خطوط ارسال کئے جن سے مجھے اس کتاب کی ترتیب کے سلسلے میں تاریخی قلمی امداد ملنے کی توقع ہو سکتی تھی۔ ان میں سے ایک صاحب کے وفات پا جانے کی اطلاع ملی۔ دوسرے صاحب کی نسبت معلوم نہ ہو سکا کہ وہ زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں۔ تیسرے صاحب نے وعدۂ امداد کے باوجود خاموشی اختیار کر لی۔ البتہ مکرمی مولانا عبدالکبیر صاحب موصوف نے باوجود بڑھاپے اور امراض میں مبتلا ہونے کے اور باوجود اس مانع کے جس کا شکوہ

(بقیہ حاشیہ ص ۷) کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ مصنفؒ کے حالات زندگی کے لئے دو کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے "جنۃ الدنیا" مؤلفہ مفتی محمد شاہ صاحب سعادت سری نگر مطبوعہ لاہور ۱۳۵۵ھ اور "التبشیر فی حالات الامیر الکبیر" مؤلفہ مفتی محمد شاہ سعادت مطبوعہ سری نگر ۱۳۵۸ھ۔ نورالدین جعفر بدخشیؒ کی تالیف "خلاصۃ المناقب" نہایت مستند ہے مگر وہ دستیاب نہیں ہو سکی"۔

محقق صاحب مرحوم اور مولٰنا موصوف کو اکثر مالستان کتب سے ہے مہری نگر کے متعدد کتب خانوں میں خود جا کر کتابوں کی پڑتال کی۔ اور گراں قدر تاریخی مواد جمع کر کے میرے نام ارسال فرمایا۔ اس کتاب میں جس قدر تاریخی قلمی کتابوں کے حوالے اور عبارات مندرج ہیں وہ سب مولٰنا موصوف ہی کے ارسال فرمودہ ہیں جس کے لئے میں مولٰنائے ممدوح کا ممنون ہوں جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری نے بھی مطبوعہ کتابوں کے حوالے اور اکابر و مشاہیر کی تواریخ وفات دریافت کرنے اور بعض مطبوعہ کتابوں کی عبارتیں نقل کرنے میں خاص شغف کا ثبوت دیا اور یوں انہوں نے اس کام میں میرا ہاتھ بٹایا۔ میں حکیم صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ان تمام کوششوں کے باوجود میں محسوس کرتا ہوں اور قارئین کرام بھی محسوس فرمائیں گے کہ ابھی یہ کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے تشنۂ تکمیل ہے۔ لیکن مذکورہ بالا مجبوریوں کی بناء پر میرے لئے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا کہ مالا یدرک کلّہ لا یترک کلّہ کے مطابق قلمی اور مطبوعہ کتابوں سے جس قدر معلومات میسّر آئے ہیں انہی کو شائع کر دینے پر قناعت کروں۔

میں نے اس کتاب میں صرف اپنے ہی خاندانی بزرگوں کے حالات نہیں لکھے ہیں بلکہ ان میں سے بعض حضرات کے اساتذہ، مشائخ، اور تلامذہ کا مختصر تذکرہ بھی درج کر دیا ہے اور جس جس بزرگ کا سنِ وفات معلوم ہو سکا اُسے بھی لکھ دیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب بحمد اللہ بہت سے مختلف الانساب بزرگوں کی مختصر تاریخ بن گئی ہے۔

ماٰخذ | اس کتاب کی ترتیب و تالیف کے سلسلہ میں سب سے زیادہ بنیادی امداد

قلمی شجرہ سے اور "تاریخ اعظمی" اور "تاریخ کبیر کشمیر" اور منشی محمد الدین صاحب فوق مرحوم سابق ایڈیٹر اخبار "کشمیری" لاہور کی تصنیفات سے ملی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اصل موضوع سے پہلے ان کتابوں کے باہمت مصنفوں اور قلمی شجرہ کے ناقل کا مختصر تعارف بھی کرا دوں۔

شجرہ منقولہ سید بہاء الدین نقشبندی مرحوم آج سے تخمیناً چالیس برس پہلے سید صاحب موصوف مرحوم نے والدی المحترم رحمہ اللہ کے نام قاسمی خاندان کا وہ شجرہ جو اس کتاب کے ساتھ منسلک ہے کتاب "جامع اشجار الانساب" سے نقل کر کے کشمیر سے بھیجا تھا جو ۱۹۴۷ء کے زمانہ انقلاب میں میرے بکس میں موجود تھا اور جسے امرتسر سے نکلنے کے وقت میں ہمراہ لے آیا تھا اور جو اس وقت تک میرے پاس موجود ہے۔

اس شجرہ کے آخر میں سید صاحب کے نام کے ساتھ "لاری لمروی" کے جو الفاظ لکھے ہوئے ہیں ان کے متعلق میرے اس استفسار پر کہ:۔

"سید صاحب کہاں کے رہنے والے تھے اور "لاری لمروی" کے الفاظ کس مقام کی نسبت سے ہیں"۔

مولانا عبدالکبیر صاحب موصوف دام مجدہٗ نے تحریر فرمایا کہ:۔

"آج سے تقریباً ۳۰۔۳۵ سال پہلے ایک صاحب سید بہاء الدین نقشبندی نامی علاقہ "لار" کے ایک گاؤں "مارہ ولی" میں سکونت پذیر تھے۔ کہا گیا ہے کہ یہ شجرہ انہیں کا نقل کردہ ہے۔ گاؤں اور علاقہ کی نسبت سے انہوں نے اپنے نام کے ساتھ "لاری مارہ ولی" لکھا ہوگا جو

سہو کتابت سے "لادی لمردی" میں تبدیل ہو گیا۔

سیّد صاحب مرحوم نے اس شجرہ میں حضرت مولانا جمال الدین بڈشاہیؒ سے لے کر اُن تمام افرادِ خاندانِ قاسمی کے نام درج کئے ہیں جو شجرہ نقل کرنے کے زمانہ تک اُن کو معلوم ہو سکے۔ اسی طرح ملّا محمّد عاصم صاحبؒ کی اولاد میں سے مولوی محمد جلال الدین صاحب واعظ مرحوم اور ان کی اولادِ نرینہ اور ان کے دوسرے جدّی اقرباء کے ۱۳ نام، اور حضرت شیخ محمّد سعید صاحبؒ بہائی کی اولاد میں سے محمّد شفیع صاحب بہائی، محمّد رفیع صاحب بہائی، محمّد صدیق صاحب بہائی اور محمّد صادق صاحب بہائی تک بارہ افراد کے نام بھی درج کئے ہیں (مولاناؒ بڈشاہی کی اولاد کے ان دونوں سلسلوں کو کتاب ہذا کے ساتھ منسلکہ شجرہ میں بنظرِ اختصار نقل نہیں کیا گیا) میں نے اُن افراد کے ناموں کا اضافہ کر دیا ہے جو شجرہ کی وصولی کے بعد سے اب تک پیدا ہوئے۔

میں نے اس شجرہ کو تاریخی کتابوں کے ساتھ کہیں بھی مختلف اور متضاد نہیں پایا۔ بلکہ پیرزادہ غلام الدین قاسمی ابن مولوی جلال الدین صاحب واعظ مرحوم (متوفی ۷ ذی قعدہ ۱۳۷۰ھ) (موضع سوّدرہ متصل سری نگر کشمیر) نے ایک خط (موصولہ ۲۸ نومبر ۱۹۶۱ء) کے ذریعہ اس شجرہ کو درست قرار دیا ہے۔

علاوہ بر آں مولانا عبدالکبیر صاحب موصوف مدظلہٗ نے ایک گرامی نامہ (مرقومہ ۱۰ دسمبر ۱۹۶۱ء) میں تحریر فرمایا:-

"خواجہ گل پیر صاحب نقشبندی کے پرائیویٹ کتب خانہ میں جو آج کل کسٹوڈین کشمیر کی تحویل میں ہے ایک موجود مخطوطہ شجرہ نما

کتاب "سلسلۃ الانساب" سے اس شجرہ کی تصدیق ہوتی ہے۔

اس لئے اس شجرہ کے قابلِ وثوق ہونے میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے البتہ سید صاحب مرحوم سے خانہ پُری کے وقت ایک مقام پر سہو ہوگیا ہے یعنی آپ نے مولٰنا قاضی محمد عارف صاحب کو مولٰنا قاضی ابوالقاسم صاحبؒ جمالی کے بجائے ان کے بھائی ملا محمد عاصم صاحبؒ کا فرزند ظاہر کیا ہے (شجرۂ منسلکہ کتاب ہذا میں اس غلطی کی تصحیح کردی گئی ہے) اور یہ علم کی غلطی نہیں بلکہ قلم کی لغزش کا نتیجہ ہے۔ لکھنے والوں سے اس قسم کی لغزشوں کا ہونا نہ موجبِ استبعاد ہے نہ باعثِ حیرت۔

تاریخِ اعظمی | یہ کتاب ۱۱۶۰ھ کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کے مصنف کشمیر کے ایک مقتدر اور ذو وجاہت خاندان کے صاحبِ علم فرد خواجہ محمد اعظم صاحبؒ دیدہ مری ہیں۔ آپ نہایت ذہین صاحبِ قلم تھے ان کی ذہانت اور حاضر دماغی کا اندازہ ایک واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے جسے مولٰنا العلامہ ہدایت اللہ صاحب متو کشمیری (متوفی ۱۳۰۶ھ) نے جو اپنے زمانہ میں کشمیر کے مفتیٔ اعظم تھے اپنی کتاب "تکملۃ التواریخ" میں نقل کیا ہے کہ خواجہ صاحب مرحوم مدت مدید سے ضعف گردہ کے مریض تھے۔ جب آپ پر عالمِ نزع طاری ہوا تو اس وقت ایک شخص آپ کی عیادت کے لئے آیا۔ اس نے طبیب سے جو اس وقت خواجہ صاحب کے پاس بیٹھا تھا پوچھا کہ خواجہ صاحب کو کیا تکلیف ہے؟ طبیب نے کہا ضعفِ گردہ۔ اس پر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اسی سے میری تاریخ وفات نکلی اور فرمایا ؎

اگر پرسند اعظم از چہ مُردہ ؟
بگو سالِ وصالش ضعفِ گردہ

۱۱۷۹ھ

"تاریخ اعظمی کا اردو ترجمہ منشی اشرف علی صاحب نے ۱۸۴۶ء میں دہلی سے شائع کیا تھا۔ مسٹر نیول نے اس کا خلاصہ لکھا تھا۔ جو "کشمیر میں اسلامی تاریخ" کے عنوان سے رسالہ "بنگال ایشیاٹک سوسائٹی" (جلد ۱ صفحہ ۴۰۶ تا صفحہ ۴۱۴) میں شائع ہوا تھا۔ پروفیسر ولسن نے اس کتاب کے متعلق ایک محققانہ مضمون "تحقیقاتِ ایشیا" (جلد ۱۵ صفحہ ۲ تا صفحہ ۱۵) میں شائع کرایا تھا۔ (منقول از "مورخینِ ہند" صفحہ ۴۸ مولفہ حکیم شمس اللہ صاحب قادری مرحوم ماہرِ آثارِ قدیمہ حیدر آباد دکن مطبوعہ ۱۹۳۳ء)

اس کے بعد ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۸۸۶ء میں مولوی فقیر اللہ صاحب مرحوم تاجر کتب لاہور نے تاریخ اعظمی کو اس کی اصل زبان فارسی میں شائع کیا۔ مولوی صاحب مرحوم کتاب مذکور کے اختتام پر فارسی میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

" میں نے ایک پرانا قلمی نسخہ عالمِ نبیل، فاضلِ جلیل، جامع معقول و منقول، مولانا غلام رسول (قاسمی امرتسری) سے اور دوسرا نسخہ خواجہ غلام محی الدین صاحب مہر کن (مرحوم) سے حاصل کیا۔ لیکن دونوں نسخوں میں غلطیاں موجود تھیں۔ اس لئے متعدد تاریخی کتابوں کی روشنی میں غلطیوں کی تصحیح کے بعد اس کو طبع کیا گیا۔

پھر یہ کتاب دوسری مرتبہ اصل زبان میں ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں خواجہ غلام محمد و خواجہ نور محمد تاجران کتب سری نگر کشمیر کے اہتمام سے لاہور میں طبع ہوئی۔ اس کی تصحیح کا کام مفتی محمد شاہ صاحب سعادت مرحوم مورخ کشمیر (متوفی ۶ صفر ۱۳۶۹ھ) کے سپرد تھا۔ اس سلسلہ میں مفتی صاحب مرحوم کے لکھے ہوئے ایک فارسی نوٹ کا مفہوم یہ ہے کہ:۔

"مولوی فقیر اللہ صاحب مرحوم کی شائع کردہ تاریخ اعظمی نامکمل تھی۔ کئی بزرگوں اور حکام کشمیر کے تذکرے درج ہونے سے رہ گئے تھے اور بہت سی غلطیاں بھی باقی تھیں۔ اس لئے میں نے کتاب مذکور کے متعدد قلمی نسخوں کی روشنی میں غلطیوں کی تصحیح بھی کر دی اور متروک تذکروں کا آخر کتاب میں اضافہ بھی کر دیا اور بعض مقامات پر حواشی بھی لکھ دیئے"۔

راقم الحروف (محمد بہاء الحق قاسمی) کے پیش نظر "تذکرۂ اسلاف" کی ترتیب کے وقت تاریخ اعظمی کا یہی آخری ایڈیشن رہا۔

امرتسر کے سابق رئیس اعظم خان بہادر حاجی محمد شاہ صاحب مرحوم (متوفی ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۶ء) خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری مرحوم ہی کی اولاد سے تھے۔ اس خاندان کے افراد پاکستان میں آباد ہیں اور با وجاہت زندگی بسر کر رہے ہیں۔

"تاریخ کبیر کشمیر" یہ کتاب مولوی حاجی محی الدین صاحب مسکین مرحوم (محلہ سرائے بل سری نگر) کی تصنیف ہے جس کا دوسرا نام تحائف الابرار بھی ہے

اس کی تصنیف کا کام ۱۳۱۸ھ سے شروع ہو کر ۱۳۲۱ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا۔ تکمیل و اختتام کی تاریخ "تحفۃ الابرار" (۱۳۲۱) سے نکلتی ہے۔ اس کو خود مصنف مرحوم نے ۱۳۲۲ھ میں بڑی تقطیع پر خوب صورت کتابت و طباعت کے ساتھ شائع کیا تھا۔ اس کتاب کا ایک دل کش قلمی نسخہ راقم الحروف کے پاس امرتسر میں موجود تھا جو ۱۹۴۷ء کے انقلاب کے دوران وہیں رہ گیا۔ اس وقت کتاب مذکور کا مطبوعہ نسخہ میرے سامنے ہے جو حضرت پیر عبدالغفار شاہ صاحب کشمیری ثم لاہوری رح کے کتب خانہ سے مستعار لیا گیا ہے۔ اب یہ کتاب ناپید ہو رہی ہے۔
اس کتاب کے آخر میں کشمیر کے سربرآوردہ علمائے کرام مثلاً مولانا مفتی شریف الدین رح، مولانا رسول شاہ میر واعظ کشمیر (مولانا محمد یوسف شاہ میر واعظ کشمیر مقیم راولپنڈی کے والد ماجد) مولانا مفتی ضیاء الدین رح، مولانا میر کمال الدین رح اندرابی، مولانا مفتی غلام محمد رح جانتی وغیرہم من العلماء اور مشائخ طریقت اور نامی گرامی شعراء نے منثور و منظوم تقریظیں لکھی ہیں۔ اور اس کتاب کو مستند اور قابل اعتماد قرار دیا ہے (کتاب مذکور از صفحہ ۳۶۵ تا صفحہ ۳۶۹)

مصنف کتاب مولوی حاجی محی الدین صاحب مرحوم و مغفور کی وفات ۱۹۲۱ء میں واقع ہوئی ("ملک العلماء" صفحہ ۳ مولفہ فوق صاحب مرحوم)

تصنیفات فوق صاحب مرحوم

مشہور اہل قلم منشی محمد الدین صاحب فوق لاہوری مرحوم نے اپنے ہفتہ وار جریدہ "کشمیری" اور اپنی تصانیف کے ذریعہ کشمیر اور کشمیریوں کی جو گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں ان کی بنا پر

اگر ان کو "محسن کشامرہ" کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ان کی خدمات کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بجائے فقط اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ مشہور فلسفی شاعر علامہ اقبال مرحوم (متوفی ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء) نے بھی فوق صاحب کی تحقیقات و نگارشات کی بنا پر ان کو خراج تحسین ادا کیا تھا۔ ("ملک العلماء" کا تمہیدی صفحہ)

فوق صاحب مرحوم نے ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۵ء میں انتقال فرمایا۔

قلمی کتابیں مذکورہ بالا مطبوعہ کتابوں کے علاوہ اور بھی بہت سی مطبوعہ کتابوں سے میں نے براہ راست استفادہ کیا ہے۔ قارئین کرام کو ان کتابوں کے نام زیر مطالعہ کتاب کے مختلف مقامات کے مطالعہ سے معلوم ہوں گے۔ البتہ میں قلمی کتابوں کے مطالعہ سے محروم رہا۔ کیوں کہ جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں میرے موضوع سے متعلق قلمی کتابیں مقبوضہ کشمیر میں موجود ہیں اور ان سے براہ راست استفادہ میری دسترس سے باہر تھا۔ اس کمی کو میرے دیوبند کے زمانہ طالب علمی کے پرانے ساتھی اور مدرسہ نصرۃ الحق حنفیہ امرتسر کے سلسلہ میں میرے رفیق کار مولانا مولوی عبدالکبیر صاحب مدظلہٗ پرنسپل جامعہ مدینۃ العلوم حضرت بل سری نگر کشمیر نے پورا فرما دیا۔ "تذکرہ اسلاف" میں جس قدر قلمی کتابوں کی عبارات اور حوالے درج ہیں وہ بتمامہا مولانا ہی کے ارسال کردہ ہیں۔ فجزاہ اللّٰہ خیر الجزاء۔

؎ انجمن نصرۃ الحق حنفیہ امرتسر کے ناظم اعلیٰ خواجہ غلام محی الدین صاحب ایڈوکیٹ مرحوم و مغفور تھے ورنائب ناظم راقم الحروف تھا اور مولانا عبدالکبیر صاحب موصوف صدر مدرس اور حضرت محترم مولانا پیر سلام الدین صاحب قاسمی مہتمم مدرسہ تھے (قاسمی)

مولانا نے جن قلمی کتابوں کی عبارات نقل کر کے بھیجی ہیں ان کے اور ان کے مصنفین کے نام یہ ہیں :-

(۱) " نظام الوقائع " مولفہ شیخ نظام الدین صاحب شاہ آبادی (فارسی)
(۲) " تاریخ حسن " مولفہ پیر حسن شاہ صاحب مرحوم کھوئی ہامی (متوفی ۱۳۱۶ھ) (فارسی)
(۳) "تذکرہ حضرت بابا داؤد مشکوتی" (فارسی)
(۴) "تذکرہ خواجہ محمد امین (فارسی)
(۵) "تذکرہ قاضی عبدالکریم (فارسی)
(۶) " وجیز التواریخ " خواجہ ملا عبدالغنی ترالی (فارسی)
(۷) " ذکر الصالحین " علامہ صدیق اللہ حاجنی سنواری (فارسی)
(۸) " ذکر مشائخ و علماء ربانیین " شیخ احمد ترالی (فارسی)
(۹) " تاریخ باغ سلیمانی " میر سعد اللہ شاہ آبادی (فارسی)
(۱۰) " تاریخ ہادی " اخوند ملا احمد بن القبور (فارسی)
(۱۱) تاریخ " وقائع کشمیر " (فارسی) پیر غلام احمد شاہ کریری (نوپورہ شاہ آباد)
(۱۲) " تاریخ کشمیر " ملک حیدر چاڈورہ (فارسی)
(۱۳) " تذکرۃ الکاملین " مفتی محمد شاہ سعادت (فارسی)
(۱۴) مقدمہ " تاریخ حسن " (اردو) صاحبزادہ حسن شاہ سابق انچارج ریسرچ ریاست کشمیر
(۱۵) " لباب التواریخ " ملا بہاء الدین " نادمی بلی " علاقہ بانڈی پورہ
(۱۶) " منتخبات کبرویہ " شیخ عبدالوہاب نوری گنائی (متوفی ۱۱۸۶ھ)

جناب مولٰنا عبد الکبیر صاحب موصوف نے جن مذکورہ بالا قلمی کتابوں سے استفادہ فرمایا ہے وہ سری نگر کشمیر کے حسب ذیل کتب خانوں میں موجود ہیں:-

(۱) کتب خانہ خواجہ گل پیر صاحب نقشبندی

(۲) کتب خانہ مفتی محمدؒ شاہ صاحب سعادت

(۳) کتب خانہ پیرزادہ غلام احمد صاحب مہجور

(۴) کتب خانہ پیر عبد العزیز صاحب

(۵) کتب خانہ پیر شہاب الدین صاحب

(۶) پرتاپ لائبریری

(۷) کتب خانہ پنڈت آنند کول

مُلّا، بابا، پیرزادہ اور شاہ

قارئین کرام کو زیر مطالعہ کتاب میں کئی ناموں کے ساتھ مُلّا، بابا، پیرزادہ اور شاہ کے الفاظ ملیں گے اس کے متعلق گذارش ہے کہ:-

(۱) متحدہ ہندوستان میں انگریزوں کے آنے سے پہلے اور ان کے آنے کے کچھ عرصہ بعد تک "مُلّا" کا لفظ نہایت اونچے درجے کا علمی لقب تھا۔ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ افغانستان و ایران وغیرہ ممالک میں بھی بلند پایہ عالموں فاضلوں کو "مُلّا" کہا جاتا تھا۔ اہل سنت میں ملّا علی قاریؒ، ملّا عبد الحکیمؒ۔ اور شیعوں میں ملّا باقر مجلسی اور ملّا نور اللہ شوستری۔ (وغیرہم)

اُس زمانہ میں "مُلّا" کی قدر یہ تھی کہ شاہ جہاں بادشاہ نے حضرت ملّا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ (متوفی ۱۰۶۰ھ) کے برابر دو مرتبہ سونا تول کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور بہت کچھ جاگیر و عطیات پیش کئے ("علماء ہند کا شاندار ماضی" جلد اوّل صفحہ ۲۹۵) لیکن اسلام دشمن انگریز اور اس کے چیلے چانٹوں نے علماء کی تحقیر و تنقیص کے سلسلے میں جو حربے اختیار کئے ان میں سے ایک حربہ یہ بھی تھا کہ ہر داڑھی والے کو خواہ وہ جاہل و بے علم ہی کیوں نہ ہو اور ہر دو رکعت کے امام کو خواہ اس کا علم "پکی روٹی"^۵ تک ہی محدود کیوں نہ ہو "ملّا" کہا جانے لگا اور اب "ملّا" کا لفظ بطور تحقیر استعمال ہو رہا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(۲) "بابا" اور "شاہ" کے لفظوں کی حقیقت بقول فوقؔ صاحب مرحوم یہ ہے کہ:۔

"بابا" یا "شاہ" کشمیر میں کسی خاص قبیلہ کا نام نہ تھا بلکہ یہ عُرف عام تھا جو اعمال و افعال پر موقوف سمجھا جاتا تھا۔ اعمالِ صالحہ اور افعالِ شائستہ ہوتے تو "بابا" اور بعض لوگ "شاہ" کہلاتے تھے بلکہ ان کی اولاد بھی اسی لقب سے پکاری جاتی تھی کشمیر کی تاریخ میں اکثر مشائخ و سادات کے ناموں کے ساتھ "بابا" کا لفظ درج ہے جو ان کی بزرگی پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے بابا مسعودؒ نروری (وغیرہ)

حضرت مخدوم شیخ علی ہجویری عرف داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ:۔

"بابا شیخ کلاں را می گویند" بڑی عمر کے بزرگ کو بھی "بابا" کہتے ہیں اور شیخ الشیوخ کو بھی" (تاریخ اقوام کشمیر جلد اوّل صفحہ ۳۴۷/۳۴۹)

---

۵ پنجابی زبان کے ایک کتابچہ کا نام ہے۔

اسی طرح :-

(۳) "پیر اور پیر زادہ کسی خاص فرقہ یا قوم کا نام نہ تھا بلکہ اگر سید ہے اور اس کے کچھ مرید ہیں تو وہ بھی پیر کہلاتا ہے۔ ایک قریشی اگر کچھ مرید رکھتا ہے تو وہ بھی پیر ہے۔ دیگر اقوام کے لوگ شیخ یا مغل کوئی بھی ہوں وہ بھی اگر عقیدتمندوں کی کچھ جماعت رکھتا ہے تو وہ بھی پیر کہلاتا ہے گویا فرقہ پیران یا پیر زادگان میں سبھی لوگ شامل ہیں"

(کتاب مذکور صفحہ ۳۲۵/۳۲۷)

لفظ "پیر" کی حقیقت حضرت مولانا جلال الدین صاحب بڑتابی کے تذکرہ میں ملاحظہ فرمائیے۔

ان تمہیدی گذارشات کے بعد اب اصل مقصد کا بیان شروع ہوتا ہے۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کوئی تاریخی یا واقعاتی غلطی پائیں تو براہ کرم اس سے راقم الحروف کو مطلع فرمائیں تاکہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو تیسری مرتبہ طبع کرانے کی مہلت و توفیق عطا فرمائی تو غلطی کی تصحیح کی جا سکے۔

(پیرزادہ) محمد بہاء الحق قاسمی امرتسری

خطیب جامع مسجد ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ مطابق ۹ اگست ۱۹۶۴ء

اجمالی تعارف

"تذکرۂ اسلاف" کا اصل مقصد "قاسمی خاندان" اور اس کے بزرگوں کا تعارف ہے (گو اس کے ضمن میں کسی مناسبت سے دوسرے خاندانوں کے بزرگوں کا ذکر بھی آگیا ہے) اس سلسلہ میں پہلے اس خاندان کا اجمالی تعارف پیش کیا جارہا ہے اس کے بعد اس کی وضاحت و تفصیل عرض کی جائے گی وَبِیَدِہٖ التَّوْفِیْقُ۔

راقم الحروف محمد بہاء الحق قاسمی عفا اللہ عنہ کے نسب میں ساتویں پشت پر ایک بزرگ، شیخ محمد قاسمؒ بہائی سری نگر کشمیر میں بارہویں صدی ہجری کے وسط یا آخر میں گذرے ہیں ان کی اولاد "قاسمی" کہلاتی ہے۔ حضرت شیخ موصوفؒ حضرت شیخ اسمٰعیلؒ بہائی احمد اکدلی[1] کے صاحبزادہ تھے اور حضرت شیخ اسمٰعیلؒ بہائی[2]، حضرت ملا شیخ محمدؒ بہائی (متوفی ۱۱۲۵ھ) کے فرزند تھے۔ حضرت شیخ محمدؒ بہائی علیہ چار واسطوں سے

---

[1] احمد اکدل سری نگر کے ایک محلہ کا نام ہے۔ "کدل" اصل میں کشمیری زبان میں پل کو کہتے ہیں۔

[2] "بہائی" کی وجہ تسمیہ آگے چل کر بیان ہوگی۔ اس لفظ پہ یہ عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ کوئی سادہ لوح شخص غلط فہمی کا شکار ہو کر حضرت شیخ محمدؒ اور ان کی اولاد کو (بعید سے ...) پر

حضرت مولٰنا جمال الدینؒ سیالکوٹی (متوفی سنہ ۱۰۱۲ھ) برادرِ اکبر حضرت مولٰنا کمال الدینؒ صاحب سیالکوٹی (متوفی سنہ ۱۰۱۷ھ) کی اولاد میں سے تھے۔ اور یہ دونوں سیالکوٹی بزرگ چھ واسطوں سے حضرت مولٰنا قاضی جمال الدینؒ صاحب بڈشاہی کی اولاد میں سے ہیں جو کشمیر کے مشہور عادل پادشاہ زین العابدین عرف "بڈشاہ" (سنہ ۸۲۶ھ تا سنہ ۸۷۸ھ) کے دورِ حکومت میں قاضی القضاۃ (چیف جج) تھے۔ تمام مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت مولٰنا بڈشاہی مضافاتِ آگرہ (ہند) سے کشمیر میں تشریف لائے تھے۔ یہ بھی تاریخی کتابوں سے ثابت ہے کہ آپ افضل البشر بعد الانبیاء، امیر المومنین، خلیفۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔

اس مختصر تعارف کے بعد اب تفصیلات (مَا تَمَسُّنِیْ مِنْہَا) ذیل میں ملاحظہ فرمایئے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱) ایران کے مشہور مرتد بہاء اللہ ایرانی کی طرف منسوب نہ سمجھنے لگے) کہ بہاء اللہ ایرانی سنہ ۱۸۱۷ء (۱۲۳۵ھ) میں پیدا ہوا تھا۔ اور سنہ ۱۸۹۲ء (۱۳۱۰ھ) میں مر گیا تھا اور حضرت ملا شیخ محمد بہائیؒ نے کشمیر میں سنہ ۱۱۲۵ھ میں انتقال فرمایا تھا۔ گویا حضرت شیخؒ بہاء اللہ ایرانی سے پونے دو سو سال پہلے وفات پا چکے تھے۔

قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی جمال الدین ٹینگ شاہی

آپ کے متعلق عنوان بالا کے تحت خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری مرحوم نے لکھا ہے:-

(۱) "عزیزے از ہندوستان آمدہ و در خانقاہ امیریہ بادائے وظائف می گذرانید و بحکم آنکہ "عشق و مشک را نتوان نہفتن" رفتہ رفتہ فصاحت و کمالات بلاغتش بسلطان رسید و در صحبت خود طلبید و خدمت قضائے مسلمانان تفویض باد فرمود۔ در فنونِ علوم آراستہ بود و فیصلِ احکام بدیانت نمود۔" (تاریخ اعظمی ص ۱۵)

مورخ کشمیر پیر غلام احمد شاہ صاحب کریری مرحوم (نوپورہ شاہ آباد کشمیر متوفی ار ربیع الاول ۱۳۲۰ھ) لکھتے ہیں :-

(۲) "شیخ ملا جمال الدینؒ در عہد سلطان زین العابدین بوجہ سابقہ نمایاں و بوجہ علامہ و فہامہ بودن بر منصب قاضی القضاۃ فائز شدند۔ علمائے محققین گفتند کہ صد لیقی بودند از حفدۂ ملا جمال الدینؒ ٹینگ شاہی، ملا جمال الدینؒ و ملا کمال الدینؒ اند۔ ہر دو برادران در علوم ظاہری و باطنی صاحب کمال بودند۔ از اولادِ ملا جمال الدینؒ، ملا قاسمؒ بہائی ابن ملا اسمٰعیلؒ بہائی ابن شیخ محمدؒ بہائی است۔ ایں خاندان صاحب حال و کمال بودہ است۔" (تاریخ و مشائخ کشمیر قلمی صفحہ ؟)

ملّا بہاء الدین صاحب مرحوم (نادی ہل علاقہ بانڈی پورہ کشمیر) اپنی کتاب "لباب التواریخ" قلمی حصہ سوم کے صفحہ ۳۳۰ میں فرماتے ہیں :۔

(۲) "ملّا شیخ جمال الدین رح از مضافات آگرہ در خانقاہ امیریہ قیام پذیر شدہ در عبادات و ریاضات مشغول شدند۔ علامہ و فہامہ بودہ۔ محرر کامل بودند۔ بایں وجہ زین العابدین الشاں را بعہدۂ قاضی القضاۃ مقرر کرد۔ ذریاتِ ایشاں قابلِ قدر و عظمت بودند۔ چنانچہ احفادِ ایشاں شیخ ملّا جمال الدین رح و شیخ ملّا کمال الدین رح ہستند۔ ہر دو برادران در علوم ظاہری و باطنی ماہر بودند۔ از اولادِ ملّا جمال الدین رح، ملّا قاسم رح بہائی ابن ملّا اسمٰعیل رح بہائی ابن شیخ محمد رح بہائی اند۔"

مولانا شیخ نظام الدین[عہ] رح صاحب کشمیری شاہ آبادی (متوفی ۱۲۴۰ھ) تحریر فرماتے ہیں :۔

(۳) "ملّا شیخ جمال الدین رح علامہ و فہامہ، وحید الدہر، حاوی علوم ظاہری و باطنی، و کاتب الوحیت بودند۔ از مضافات آگرہ بکشمیر نزول اجلال فرمودند و بخانقاہ امیریہ قیام نمودند۔ بوجہ فصاحت وزیر کی سلطان زین العابدین او را بمنصب قاضی القضاۃ مقرر کردند۔ در حق ایشاں گفتہ شدہ است ؎

جمال ظاہر بحر المعالی | ولی مظہر سر التی اکبر
لقد نال المکارم والفواضل | وتاب عن الصفا گرد الکبائر

عہ آپ افغانوں کے عہد حکومت میں کشمیر کے قاضی اور امین عدالت تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ الاسلام مولانا مفتی قوام الدین تھا۔ ان کی وفات ۱۲۱۹ھ میں ہوئی تھی۔

ونیز گفتہ شدہ در حق ایشاں ؎

لقد جمع الفواضل والفضائل ۔۔۔ وما مال الی الدنیا الدنیۃ

لذا فاق الاماثل والافاضل

"در حق نسب شیخ مذکور بعضے گفتند فاروقی اند و بعضے گفتند صدیقی۔ لیکن بیان بلفظ شیخ می سازند" (کتاب نظام الوقائع قلمی صفحہ ۲۰۸)

مولانا بڈشاہی کا نسب "نظام الوقائع" کی اس عبارت میں حضرت مولانا کے نسب کے بارہ میں اگرچہ دو روایتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ایک میں صدیقی بتایا گیا ہے اور دوسری میں فاروقی۔ لیکن ترجیح کسی جانب کو نہیں دی گئی۔ اور اس عبارت سے اوپر "تاریخ وقائع کشمیر" کے حوالہ سے جو عبارت نقل کی گئی ہے اس میں مولانا کو صدیقی اور اسی کو علمائے محققین کا قول قرار دیا گیا ہے۔ اور دوسری روایت کو کلیۃً نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ میر سعد اللہ شاہ آبادی نے اپنی کتاب "تاریخ باغ سلیمانی" میں اور ملا احمد ابن الصبور نے "تاریخ ہادی" میں اور مفتی محمد شاہ صاحب سعادت مرحوم نے "تذکرۃ الکاملین" میں مولانا جمال الدین و مولانا کمال الدین سیالکوٹی کو صدیقی النسب لکھا ہے اور اسی کو صحیح قرار دیا ہے (اور یہ دونوں سیالکوٹی بزرگ بالاتفاق مولانا بڈشاہی کی اولاد سے ہیں۔ ان تینوں کتابوں کے اقتباسات مولانا جمال الدین سیالکوٹی کے تذکرہ میں ملاحظہ فرمائیے) اس لئے ان تاریخی حقائق کی روشنی میں مولانا کے صدیقی النسب ہونے کا قول ہی قابل وثوق ہو سکتا ہے۔

شیخ "نظام الوقائع" کی منقولہ عبارت میں فاضل مولف نے فرمایا ہے کہ مورخین

مولاناؒ بڈشاہی کا ذکر "شیخ" کے عنوان سے کرتے ہیں سو مورخین کے اس قول میں کوئی الجھن نہیں ہے اس لئے کہ پاکستان، ہندوستان اور کشمیر میں صدیقی، فاروقی، عثمانی علوی وغیرہ قبائل کو "شیخ" ہی کہا جاتا ہے۔ بلکہ دنیا کے تقریباً ہر خطہ میں بزرگان اسلام کو احتراماً "شیخ" ہی کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔ خواہ وہ بزرگ صدیقی ہوں یا فاروقی، عثمانی ہوں یا علوی و ہاشمی۔ جیسے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ حالانکہ آپ اپنے والد ماجدؒ اور والدہ ماجدہؒ دونوں کی طرف سے ہاشمی النسل اور سید تھے۔

مفتی محمد شاہ صاحب سعادت مرحوم نے مولاناؒ بڈشاہی کی نسبت لکھا ہے :۔

(۵) "ملا جمال الدینؒ قاضی القضاۃ در عہد سلطان زین العابدین بود۔ کارہائے نمایاں بعد فائز شدن بر منصب خود باصلاح قوم بعمل آورد۔ احفاد وے ملا کمال الدینؒ سیالکوٹی و ملا جمال الدینؒ سیالکوٹی علماء ذکر بودند۔ و شیخ قاسم بہائیؒ ابن شیخ اسمٰعیل بہائی ابن شیخ محمدؒ بہائی احمد الکدلی از اولاد شیخ جمال الدینؒ ذکر کردہ اند، ایں صحیح تر است"۔ (تذکرۃ الکاملین" صفحہ ۱۹۰)

سید بہاء الدین صاحب نقشبندی کشمیری مرحوم نے قاسمی خاندان کا جو شجرۂ نسب کتاب "جوامع اشجار الانساب" سے نقل کرکے کشمیر سے والدی المحترم کے نام ارسال کیا تھا اس میں حضرت مولاناؒ بڈشاہی کے اسم گرامی پر حسب ذیل نوٹ لکھا ہے :۔

(۶) "مولانا قاضی جمال الدینؒ بڈشاہی کہ در عہد سلطان زین العابدین

وارد کشمیر شدہ است قاضی القضاۃ بود"

مولوی حاجی محی الدین صاحب مسکین کشمیری مرحوم و مغفور (متوفی ۱۹۲۱ء) زیر عنوان " مولانا قاضی جمال الدینؒ" رقمطراز ہیں :۔

(۷) " در عہد سلطان زین العابدین از ہند دریں شہر (سری نگر) ورود نمود و در خانقاہِ علیہ عالیہ حضرات کبرویہ نشستہ بریاضات و عبادات اشتغال ورزید و سلطان او را در حضورِ خود طلب داشتہ تعظیمے و تکریمے بجا آوردہ منصب قضاوے تسلیم و تفویض فرمود و ملائے موصوفؒ در اجرائے احکام شرعیہ کما ینبغی داد داد"

("تاریخ کبیر کشمیر" صفحہ ۲۹۰)

منشی محمد الدین صاحب فوق مرحوم نے مولانا بدشاہی کا ذکر خیر اپنی متعدد تصانیف میں کیا ہے۔ ان کی ایک کتاب "تاریخ بڈشاہی" کے حوالے سے "تذکرہ اسلاف" طبع اول میں ایک عبارت کی نقل کی گئی تھی۔ لیکن وہ عبارت مختصر تھی اس لئے اس کی بجائے ان کی ایک اور تصنیف "شباب کشمیر" (صفحہ ۲۵۳ تا ۲۵۵) سے دوسری عبارت ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔ جو پہلی عبارت کے مضمون پر مشتمل بھی ہے اور قدرے مفصل بھی۔

فوق صاحب مرحوم " قاضی القضاۃ مولانا جمال الدینؒ" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں :۔

(۸) " تمام مورخین نے لکھا ہے کہ ان کا وطن ہندوستان تھا۔ جب کشمیر آئے تو خانقاہ امیریہ (شاہ ہمدانؒ) میں رہائش

عـہ حاشیہ صفحہ ۲۵ پر دیکھیں

اختیار کرلی۔ اذ وو د وظائف کے بڑے پابند اور عالم و فاضل اور جیّد اہلِ قلم

(حاشیہ ۱۲ آپ ۷۸۱ھ میں کشمیر تشریف لائے تھے۔ آپ شیخ کامل، عالم باعمل، صاحبِ تصانیف مثل شرح فصوص الحکم وغیرہ تھے۔ آپ نے تین مرتبہ دنیا کی سیاحت فرمائی اور ہزاروں مشائخ اور اولیاء اللہ سے فیض حاصل کیا۔ ایک مرتبہ ایک ہی مجلس میں چار سو اولیاء اللہ کے اجتماع سے سعادت اندوز ہوئے۔ آخر میں کشمیر کو مستقر بنایا۔ سری نگر کے محلہ علاء الدین پورہ میں قیام فرمایا۔ شاہِ کشمیر شہاب الدین نے نذرِ عقیدت پیش کی۔ فسق و فجور سے تائب ہوا۔ اس کا بھائی سلطان قطب الدین اکثر حاضرِ خدمت رہتا۔ کشمیر اور اطراف کشمیر میں بے شمار مخلوقِ خدا کو ہدایت و ارشاد کی دولت سے مالامال کیا۔ ("علماء ہند کا شاندار ماضی" جلد اول ص۳۳۳)

آپ نے پکھلی کے علاقہ میں انتقال فرمایا۔ نزع کے عالم میں آپ کی زبانِ مبارک پر "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے الفاظ جاری ہوئے۔ اسی سے آپ کا سنِ وفات ۷۸۶ھ نکلتا ہے۔ آپ کے انتقال پر آپ کے دفن کے بارے میں اہلِ کشمیر اور والیٔ پکھلی کے مابین اختلاف رونما ہوا۔ دونوں فریق حضرتؒ کو اپنے ہاں دفن کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ غسل اور نماز جنازہ کے بعد حضرتؒ کے محرم خاص و ملازم بااختصاص شیخ قوام الدین بدخشیؒ نے کہا کہ دونوں فریقوں میں سے جو فریق حضرتؒ کے تابوت مبارک کو اٹھا سکے وہی اپنے ہاں تابوت کو دفن کرلے۔ اس پر فریقین نے قسمت آزمائی کی لیکن کوئی بھی تابوت مبارک کو نہ اٹھا سکا۔ آخر شیخ بدخشیؒ نے خود ہی تابوت کو اٹھالیا اور اُسے کوہستانِ چترال کے راستے چھ ماہ کا سفر طے کرکے "ختلان" (حدودِ ایران) میں پہنچا کر دفن کردیا۔ آپ کا مزار مبارک ختلان میں زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔ اور آپ کی خانقاہ معلّٰی سری نگر کشمیر میں مرجع انام ہے قدّس اللہ سرّہٗ العزیز۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تھے۔ عوام سے اپنے علم کو پوشیدہ رکھا کرتے۔ لیکن عشق و مشک کو چھپانا بڑا مشکل کام ہے۔ آپ نے کسبِ حلال کے لئے عرائض نویسی کا کام شروع کر دیا۔ آپ اہلِ مقدمات کی طرف سے بادشاہ کے دربار میں عرضیاں لکھا کرتے۔ اور جو لوگ کسی حاکم کے خلاف کوئی شکایت لکھواتے تو اس کے تدارک یا اصلاح کے لئے بھی آپ اہلِ شکایات کو عرضیاں لکھ کر دیا کرتے۔ بادشاہ ان عرضداشتوں کے مضامین پڑھ کر بہت متاثر ہوتا اور عرائض نویس کے تبحّرِ علمی کا قائل ہو جاتا۔ بادشاہ نے کئی دفعہ چاہا کہ عرائض نویس کو اپنے دربار میں بلوا کر اس کے کمالِ فصاحت سے اور بھی زیادہ بہرہ مند ہو۔ لیکن کوئی نہ کوئی امر مانع ہوتا۔ آخر جب آپ نے ایک منظوم درخواست بادشاہ کے پاس بھیجی جس میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ) ہمارے زمانے کے ایک مصنف نے اپنی ایک تصنیف میں لکھا ہے کہ بعض لوگ حضرت امیرؒ کو شیعہ سمجھتے ہیں۔ لیکن ایسا سمجھنا حضرتؒ پر غلیظ قسم کا افترا ہے۔ آپ کا ترتیب دیا ہوا متبرک وظیفہ جسے آپ نے چار سو اولیائے اصفیاء سے اخذ فرمایا اور جسے آپ نے کشمیر میں رائج کیا اور جو سینکڑوں سال سے کشمیر کی تقریباً اکثر مساجد میں نمازِ فجر کے بعد اجتماعی طور پر جہر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ اور جو "اورادِ فتحیہ" کے نام سے مشہور ہے اس غلیظ افترا کی تردید کے لئے کافی ہے۔ اس وظیفے میں یہ فقرے موجود ہیں۔ "رضینا باللہ تعالیٰ ربًّا و بالاسلام دینًا و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیًّا و رسولًا و بالقرآن اماماً و بالکعبۃ قبلۃً و بالصلوٰۃ فریضۃً و بالمومنین اخواناً و بالصدیقؓ و بالفاروقؓ و بذی النورینؓ و بالمرتضیٰؓ ائمۃ" ان کلماتِ طیبات میں آپؒ خلفاء اربعہؓ کو "امام" قرار دے رہے ہیں۔

سلطان سکندر کی وفات پر قطرات اشک بہائے گئے تھے۔ تو بادشاہ کو زیادہ انتظار کی تاب نہ رہی اور اپنے ایک درباری کو آپ کے لانے کے لئے بھیجا۔ جب آپ بادشاہ کے حضور میں گئے تو وہ قدردانی و مردم شناسی کا پتلا ایک گوشہ نشین درویش کے ساتھ جو ایک خانقاہ پر درویشوں کی سی زندگی بسر کر رہا تھا ادب و احترام کے ساتھ پیش آیا اٹھ کر تعظیم کی اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ آپ نے بادشاہ کی خدمت میں ایک تصنیف پیش کی جس کے مطالعہ سے بادشاہ بے حد مسرور ہوا اور آپ کی اعلیٰ قابلیت نے اس کو مسحور کر لیا۔

عرائض میں جو دلائل و براہین آپ لکھا کرتے تھے بادشاہ ان کو بے حد پسند کرتا تھا اور خیال کرتا تھا کہ اگر ایسا شخص جو انشا پردازی کے ساتھ دماغ بھی مقنن رکھتا ہے میری قلمرو کی عدالت کا اعلیٰ جج ہو جائے تو انصاف اس سے بڑا ایک نام ہو سکتا ہے۔

چنانچہ بادشاہ نے عہدہ قاضی القضاۃ ان کے سپرد کیا جو اس زمانہ کی چیف جج کے برابر ہے۔

قاضی جمال الدین علوم دینیہ و دنیویہ سے آراستہ تھے اور احکام کے فیصلے بلا کسی لحاظ و مروت کے بلا رو رعایت دیانت کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ بادشاہ ان کے فیصلوں سے خوش ہو کر ہمیشہ ان پر نوازشوں اور شاہی عنایتوں کا اظہار کرتا رہا۔ (شباب کشمیر صفحہ ۲۵۳ / ۲۵۵)

حضرت مولانا کا سلطان زین العابدین بڈشاہ کے دورِ حکومت (۸۲۶ھ تا ۸۷۸ھ) میں کشمیر کا قاضی القضاۃ ہونا مؤرخین کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ یہ بھی مسلّم ہے کہ آپ آگرہ سے کشمیر تشریف لائے تھے۔

لیکن :-

(۱) آپ آگرہ کے کس قصبہ یا گاؤں کے باشندہ تھے؟

(۲) کس سن میں وہاں سے نکل کر کشمیر آنا ہوا؟

(۳) انتقال کس سن میں فرمایا؟

(۴) آپ کے اساتذہ کون حضرات تھے؟

(۵) آپ کی بیعت کس بزرگ سے تھی؟

یہ اور اس قسم کے چند سوالات ہیں جن کا جواب تاحال مجھے معلوم نہیں ہو سکا۔ لعلّ اللّٰہ یحدث بعد ذٰلک امراً۔

رفع التباس | دیکھا گیا ہے کہ بعض اوقات دو بزرگوں کے اشتراک اسمی سے خصوصاً جب کہ دونوں میں معاصرت یا قربِ معاصرت ہو بعض لوگوں کو التباس پیش آجاتا ہے۔ اسی کتاب میں آگے چل کر حضرت مولانا جمال الدینؒ صاحب سیالکوٹی کے تذکرہ میں اس کی ایک مثال آپ ملاحظہ فرمائیں گے یہاں بھی اس قسم کے التباس کا امکان ہے۔ اس لیے رفع التباس کی خاطر ایک اور بزرگ عالم کا ذکر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جو حضرت مولانا جمال الدینؒ بڈشاہی کے ہم نام ہونے کے علاوہ کشمیر ہی کی خاک میں مدفون ہیں۔ اور وہ بزرگ عالم حضرت مولانا سید جمال الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس سرّہٗ

کے ہمراہ ۷۸۱ھ میں کشمیر تشریف لائے تھے اور کشمیر ہی میں وفات پاکر "نہر بہت" کے کنارے مدفون ہوئے۔ انہی کی نسبت مولانا سید عبدالحی حسنی سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ (ہندوستان) نے اپنی مشہور عربی کتاب "نزہۃ الخواطر" جلد ۲ صفحہ ۵۰-۵۱ میں لکھا ہے:-

"الشیخ العالم المحدث جمال الدین الکشمیری احد العلماء المبرزین فی الفقہ والحدیث والاصول والعربیۃ قدم کشمیر فی صحبۃ علی بن شہاب الحسینی الہمدانی وسکن بہا امتثالاً لامرہ لاجل تعلیم السلطان قطب الدین شاہ میرزا الکشمیری فانقطع الی الدرس والافادۃ وقبرہ بمدینۃ کشمیر علی نہر "بہت" مشہور یزار ویتبرک بہ کما فی "روضۃ الابرار" لمحی الدین الکشمیری"

؎ مولانا محمد الدین صاحب موصوف ۳ جمادی الاولیٰ ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۸۵۱ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا۔ ۱۹ سال کی عمر میں عربی، فارسی اور طبی کتب درسیہ سے فارغ ہوگئے۔ اس کے بعد میٹرک منشی عالم، منشی فاضل، مولوی عالم، مولوی فاضل اور ایم۔ او۔ ایل کے امتحانات دے کر کامیاب ہوئے۔ اگست ۱۸۷۳ء میں اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور کے پروفیسر مقرر ہوئے گورنمنٹ کالج لاہور میں ایف۔ اے اور بی۔ اے کی جماعتوں کو بھی عربی فارسی کا کورس پڑھاتے تھے۔ اس اعتبار سے شاعر مشرق اقبال مرحوم بھی ۱۸۹۵ء تا ۱۸۹۷ء میں ان کے شاگرد تھے۔ ۲۵ سال کی ملازمت کے بعد مولانا نے ۲۶ نومبر ۱۸۹۸ء میں انتقال فرمایا (ماخوذ از تاریخ اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور صفحہ ۱۳۳/۱۳۲ مرتبہ ڈاکٹر غلام حسین صاحب)

بہر کیف بتانا یہ مقصود ہے کہ حضرت مولٰنا قاضی جمال الدین بڈشاہی ایک بزرگ ہیں اور حضرت مولٰنا سید جمال الدین محدث دوسرے بزرگ۔ رحمۃ اللّٰہ علیہما

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲) مولٰنا نے بہت سی کتابیں اور رسائل تصنیف فرمائے۔ ان میں سے چند تصنیفات کے نام انہی کے تصنیف کردہ فارسی رسالہ "مختصر تاریخ کشمیر" صفحہ ۳ و ۴ سے ذیل میں منقول ہیں۔ (۱) روضۃ الادباء (تذکرہ شعرائے عرب وغیرہ متقدمین و متاخرین) (۲) تبیان الصنائع (در فن صنائع و بدائع) (۳) تفسیر فتح العظیم (۴) تاریخ ایام الجاہلیۃ (۵) قلائد الذھب فی فوائد الادب (عربی) (۶) مختصر السیر فی احوال خیر البشر المعروف بہ لبستان محمدی (۷) رسالہ در علم فلسفۂ انگریزی و عربی (۸) حل اللغات الف لیلۃ عربی (بزبان فارسی) (۹) شرع محمدی متعلق بمسائل میراث و معاملات (۱۰) رسالہ در علم منطق (۱۱) تعلیقات مقامات بدیعی (۱۲) منتخب اخلاق ناصری (وغیرہ) سرِ دست بر آپ کی تصنیفات کے سلسلہ میں (۱۳) "روضۃ الابرار" کا نام بھی درج ہے جس میں کشمیر کے علماء و مشائخ کے حالات مرقوم ہیں اور جس کا حوالہ "نزھۃ الخواطر" میں اوپر دیا گیا ہے۔ مولٰنا نے اسی روضۃ الابرار کے ص ۵ کے حاشیہ پر حضرت مولٰنا مفتی پیر غلام رسول صاحب قاسمی امرتسری (عم آپ کے خاندان کا بھی مختصر تذکرہ فرمایا ہے۔ مولٰنا موصوف کے ہم نام ایک اور بزرگ بھی لاہور ہی میں گذرے ہیں۔ وہ مولٰنا کے انتقال کے بعد اورنٹیل کالج لاہور ہی میں پروفیسر مقرر ہو گئے تھے۔ ان کا ذکر مولوی محمد الدین صاحب مختار کے نام سے ہو تک چلے۔ ان کی وفات جنوری ۱۹۲۳ء میں ہوئی تھی (تاریخ اورنٹیل کالج لاہور ص ۲۱۹)

مظہرِ فیضِ ذی الجلال حضرت علّامہ مولانا جمالؒ سیالکوٹیؒ

حضرت مولانا جمال الدین سیالکوٹی اور ان کے چھوٹے حقیقی بھائی حضرت مولانا کمال الدین سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہما حضرت مولانا جمال الدین بڈشاہی رحمہ اللہ کی اولاد میں سے تھے (اس کو مولانا بڈشاہی کے تذکرہ میں علمی اور مطبوعہ کتابوں کے حوالہ سے اوپر ثابت کیا جا چکا ہے)

مولانا جمال الدین سیالکوٹی رحمہ اللہ علّامۂ جلیل و فاضل بے عدیل ہونے کے علاوہ متقی، پارسا، صوفی صافی، پاک باطن اور نہایت بے تکلف اور سادہ زندگی بسر کرنے والے بزرگ تھے۔ عمر مبارک درس و تدریس، اور ہدایت و ارشاد اور ذکر و فکر میں گذاری۔ ذیل میں حضرت مولانا کی مقدس زندگی کا مختصر خاکہ آپ کو تاریخی کتابوں کی روشنی میں دکھائی دے گا۔

خواجہ محمد اعظم صاحب "دیدہ مری" مرحوم تاریخ اعظمی میں زیرِ عنوان "مظہرِ فیض ذو الجلال ملا جمالؒ" لکھتے ہیں:-

نحریرِ روزگار و علامہ اسرار بود۔ در علوم دینیہ شانِ عظیم داشت با کمالِ شغلِ علوم خاطرِ مبارک را اکثرے بجانب طیّ منازلِ راہ معنوی می گماشت۔ ارادتِ معنویہ در سیالکوٹ در خدمتِ عارف جلی بابا فتح اللہ

حاشیہ: شیخ العصر حضرت بابا فتح اللہ حقانی (یا ثانی) کشمیری رحمۃ اللہ عارف باللہ اور بے مثال صاحبِ علم و عمل بزرگ تھے۔ آپ حضرت شیخ اسمٰعیل زاہد کبرویؒ کے صاحبزادہ اور خلیفہ تھے۔ حضرت مخدوم شیخ حمزہ کشمیری رحمہ اللہ (متوفی ۹۸۴ھ) جیسے اکابر نے بھی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

زیقعدہ ن حاشیہ ص۳۴) آپ سے فیض پایا ہے۔ تاریخ اعظمی وغیرہ کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ کو روافضِ کشمیر کے بے تحاشا سبِّ صحابہؓ سے بیحد کوفت ہوتی۔ آپ نے اسی زمانہ میں اپنے تین صاحبزادوں کے نام حضرات خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کے ناموں میں اس نیت سے تبدیل کر دیئے تھے کہ بدفرجام تبرائیوں کی دشنام طرازیاں ان صاحبزادوں کی طرف راجع ہوں۔ جب آپ نے تاب مقاومت نہ پائی تو اپنے اہل بیت سمیت کشمیر سے ہجرت کر کے سیالکوٹ تشریف لے آئے۔ اور وہیں انتقال فرمایا۔ اس کے خلاف بعض مورخین اس امر کے قائل ہیں کہ آپ آخری عمر میں طبقہ نیک کے بعض افراد کی استدعا پر واپس کشمیر تشریف لے گئے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے دوسرے صاحب زادہ بابا عمر رحمہ اللہ آپ کے قائم مقام ہوئے۔ ان سے اکبر بادشاہ کو بہت عقیدت تھی۔ کشمیر کے ۲۸ علماء و صلحاء و رؤساء مثلاً حضرت بابا داؤد خاکی، علامہ شیخ یعقوب صرفی، مولانا کمال الدین سیال کوٹی اور خواجہ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہم پر مشتمل جماعت بانہال کے راستہ حضرت بابا عمرؒ کے پاس پہنچی تھی۔ اور انہی کی وساطت سے اکبر بادشاہ کے دربار میں پہنچ کر پاک بازوں کی اس جماعت نے کشمیر کے متعصب شیعہ بادشاہ کے مظالم کی روداد پیش کی۔ اور جس کے نتیجہ میں اکبر بادشاہ نے کشمیر پر قبضہ کیا اور اس طرح اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو تبرا بازوں کی لعنت سے نجات دلائی تھی۔

حضرت بابا فتح اللہ صاحب رحمۃ اللہ کے ایک صاحب زادہ حضرت بابا ابوبکرؒ نے سیالکوٹ ہی میں انتقال فرمایا تھا۔ رحمہم اللہ تعالےٰ۔

صرف علوم ظاہری و باطنی می فرمود۔ در جناب حضرت شیخ المشائخ شیخ نورالدین[1] ظاہراً اخلاص کمتر داشت شبے بہ رویت سرورِ عالمیان علیہ افضل الصلوات والتحیات مشرف شدند۔ عزیزے را دید کہ در پہلوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریب جا یافتہ است۔ حضرت رسالتمآب (صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ "اے جمال! این شیخ نورالدینؒ است کارے کہ این کرد کسے مگر در آں نمی رسد" بالجملہ اکابر مشائخ وقت مثل بابا[2] نصیبؒ و شیخ اسمٰعیل[3] چشتیؒ و امثال ایشاں از خدمت مولانا (جمال الدینؒ) مستفید بودند۔ بلذات جسمانی ہرگز میل نبود۔ گوشت کمتر خورد کرتہ بے تکلفی در فرش بوریائی می ساخت۔

---

1. حضرت شیخ نورالدین صاحب ولی قدس سرہٗ (متوفی ۸۴۲ھ) آسمانِ ولایت کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ ہزاروں انسان آپ سے فیض یاب ہوئے۔ ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ۔

2. آپ کشمیر کے اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے خلافت کا طرۂ حضرت بابا داؤد خاکی قدس سرہٗ (متوفی ۹۹۴ھ) سے حاصل تھا۔ حضرت بابا صاحب کا انتقال ۱۰۴۷ھ میں ہوا۔

3. حضرت شیخ چشتی "کشمیر کے تاجر پیشہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں حضرت مولانا جمال الدینؒ بسیا کوٹی سے فیض حاصل کیا۔ حضرت شیخؒ صاحب حال اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔ سری نگر کے قبرستان "ملہ کھواہ" میں مولانا جمال الدینؒ کے مزارِ مبارک کے قریب آپ کی قبر شریف ہے۔

می گویند کہ یک جبۂ حضرت بابا فتح اللہؒ در عقد مولناؒ نیز بدستور برادرش مولنا کمال الدینؒ بود۔ چوں رحلت نمود در کشمیر آسود والعلم عند اللہ (۱۱۸ / ۱۱۹)

پیر حسن شاہ مرحوم (متوفی ۱۳۱۶ھ) متوطن موضع گامرد علاقہ کیوہامہ بیند لپورہ کشمیر "تاریخ حسن" کے حصہ سوم میں جس کا عنوان "اسرار الاخیار" ہے لکھتے ہیں :-

(۲) "اخوند ملا جمال الدینؒ از احفاد قاضی جمال الدینؒ بڈشاہی، مرید و داماد بابا فتح اللہ ثانی بود۔ در علوم صوری و معنوی شان عظیم داشت عمر عزیز خود در تدریس و تعلیم علوم ظاہری و باطنی صرف نمود گویند اخوندؒ از شیخ العالم شیخ نورالدینؒ چنداں اخلاص نداشت۔ شبے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم را در خواب دید و عزیزے ہم زانوئے آنجناب نشستہ بود متعجب شد۔ حضرت رسالتمآبؐ فرمود کہ" اے ملا جمال! ایں شخص شیخ نورالدین ست کارے کہ ایں کرد کسے نکرد۔ بالجملہ مولنا در علوم فرد الثانی بود و از فیوض او عالمے فائز گشت ہمیشہ در وضع فقرائے بے تکلف مے بود بلذاتِ نفسانی وجسمانی اصلاً میل نمی فرمود۔ چوں رحلت نمود در "ملہ کھواہ" آسود"

جناب مولوی حاجی محی الدین صاحب مسکینؔ مرحوم اپنی "تاریخ کبیر کشمیر" صفحہ ۱۷۰ میں لکھتے ہیں :-

(۳) "ہر دو برادران (مولنا جمال الدینؒ و مولنا کمال الدینؒ) از

اولادِ قاضی جمال الدین بدشاہی و مُرید و داماد حضرت بابا فتح اللہ ثانی بودند در علوم و مکاشفہ ہر دو برادر علامۂ ربانی و لاثانی بودند۔ ملا جمال ایام حیات در فقر و فاقہ بغیر تکلف ہائے لفسانی بسر کرد و گاہ گاہ گوشت می خورد و عالمے در خدمتش مستفید گردید چون رحلت نمود در "ملہ گواہ" آسود

میر سعد اللہ خاں شاہ آبادی مرحوم اپنی کتاب "تاریخ باغ سلیمانی" (قلمی) کے ص۲۱۱ میں فرماتے ہیں:۔

(۴) "ملا جمال الدین عالم متبحر بود مُرید و داماد بابا فتح اللہ ثانی است شب و روز منہمک درس و تدریس بود۔ اکابرِ فضلا از تلامذہ وے اند۔ مسکین شعار بود (تا) رحلت نمودہ در ملہ کھواہ مدفون است"

ملا احمد ابن الصبور کشمیری اپنی کتاب "تاریخ ہادی" میں رقمطراز ہیں:۔

(۵) "ملا جمال الدین و ملا کمال الدین سیالکوٹی ہر دو برادر جامع کمالات ظاہری و باطنی بودند۔ نسب ایشان صدیقی گفتہ اند این صحیح ترین است۔ مرقدِ ملا جمال الدین در کشمیر است و مرقد ملا کمال الدین در لاہور است۔"

(تاریخ ہادی قلمی ص۲۰)

ملا عبدالغنی صاحب ترالی کشمیری مرحوم لکھتے ہیں کہ:۔

(۶) "ملا جمال الدین مرید حضرت بابا فتح اللہ ثانی از احفادِ ملا شیخ جمال الدین بدشاہی اند تمامی عمر در تدریس علوم دینیہ صرف

کردند در علوم ظاہری و باطنی ماہر بودند از ذریات ملا جمال الدینؒ، ملا محمدؒ بہائی است۔ ملا جمال الدینؒ رحلت نمودہ در طرکواہ مدفون اند۔"

(وجیز التواریخ" قلمی ص۲۰۱)

پیر غلام احمد شاہ صاحب کریری مرحوم مولانا جمال الدینؒ صاحب بڈشاہی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

(۷) "علماء محققین معتمد کہ صدیقی بودند از حفدۂ وے ملا جمال الدینؒ و ملا کمال الدینؒ اند۔ ہر دو برادران در علوم ظاہری و باطنی صاحب کمال بودند از اولاد ملا جمال الدینؒ، ملا قاسم بہائی بن ملا اسمٰعیلؒ بہائی بن شیخ محمدؒ بہائی است ایں خاندان صاحب حال و کمال بودہ است۔"

(تاریخ وقائع کشمیر قلمی)

ملا بہاء الدین صاحب کشمیری مرحوم (نادی ہل علاقہ بانڈی پورہ کشمیر) مولانا بڈشاہی کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:۔

(۸) "احفاد ایشاں بشیخ ملا جمال الدینؒ و شیخ ملا کمال الدینؒ ہستند۔ ہر دو برادران در علوم ظاہری و باطنی ماہر بودند از اولاد ملا جمال الدینؒ، ملا قاسمؒ بہائی بن ملا اسمٰعیلؒ بہائی بن ملا محمدؒ بہائی اند۔" (لباب التواریخ قلمی ص۳۲ حصہ سوم)

مفتی محمد شاہ صاحب سعادت کشمیری مرحوم لکھتے ہیں:۔

(۹) "ملا جمال الدین رحلت فرمودہ" درملہ کہواہ" وملا کمال الدینؒ رحلت فرمودہ در لاہور آسودہ است ۔ ہردو برادران نسباً صدیقی اند ۔ ھذا ھو الصحیح"

(تذکرۃ الکاملین ص ۱۹۱ و ۱۹۲)

پھر سعادت صاحب مرحوم اپنی اسی کتاب "تذکرۃ الکاملین" کے ص ۱۹۰ میں تحریر فرماتے ہیں :-

(۱۰) "ملا جمال الدینؒ قاضی القضاۃ عہد زین العابدین بود ۔ بعد فائز شدن بر منصب خود با صلاح قوم کارہائے نمایاں بعمل آورد و احفاد و امجاد وے ملا کمال الدینؒ و ملا جمال الدینؒ سیالکوٹی ذکر فرمودند ۔

و شیخ قاسم بہائیؒ بن شیخ اسمٰعیل بہائیؒ بن شیخ محمدؒ بہائی از اولاد شیخ جمال الدینؒ ذکر کردند و ایں صحیح تر است"

دونوں سیالکوٹی بزرگوں کا مولانا بڈشاہی کی اولاد سے ہونا اگرچہ تاریخی کتابوں کے منقولہ بالا اقتباسات سے بخوبی ثابت ہے ۔ تاہم مزید توثیق کے لئے چند اور تاریخی کتابوں کے اقتباسات ذیل میں ملاحظہ فرمائیے :-

(۱۱) "شیخ کمال الدینؒ و شیخ جمال الدینؒ ہردو برادر ابنائے قاضی جمال الدینؒ بڈشاہی اند"

(تذکرہ حضرت بابا داؤد مشکوتی قلمی ص ۱۱)

(۱۲) "ملا شیخ کمال الدینؒ و ملا شیخ جمال الدینؒ از احفاد امجاد شیخ

جمال الدینؒ بدخشاہی مستند"

(تذکرہ خواجہ محمد امینؒ قلمی ص۲۰)

۱۳) "اخوند شیخ کمال الدینؒ و شیخ جمال الدینؒ از اولادِ ملا جمال الدینؒ بدخشاہی بودند"

(تذکرہ قاضی عبدالکریمؒ قلمی ص۱۲)

مولوی رحمٰن علی صاحب سابق ممبر کونسل (مقام ریوان انڈیا) "تذکرہ علماء ہند" میں فرماتے ہیں:۔

۱۴) "ملا جمال الدینؒ کشمیری دانشمند متجر و مرید بابا شیخ اللہؒ حقانی بود۔ و شب و روز شغل بدرس و تعلیم داشت ابوالفقراء شیخ نصیر الدین و بابا نصیب الدینؒ و شیخ اسمٰعیلؒ چشتی از تلامذہ وے اند۔ او بے تکلفانہ بیک قمیص و بوریا بسر می برد۔ مرقدش بہ کشمیر است۔"

(تذکرہ علماء ہند طبع دوم ص۴۳ مطبوعہ ۱۹۱۴ء)

منشی محمد الدین صاحب فوق لاہور مرحوم نے لکھا ہے:۔

۱۵) "شیخ نصیر الدین ابوالفقراءؒ کہ کشمیر کے نامور صوفیاء میں درجہ اختصاص رکھتے ہیں فرماتے ہیں کہ ملا جمال الدینؒ پرہیزگار وقت متقیِ زمانہ، اور علم و عمل کا خزانہ تھے۔ بابا شیخ اللہؒ حقانی کے مُریدوں میں تھے۔ میں نے علم حدیث انہی سے اکتساب کیا ہے اور انہی سے سند حدیث حاصل کی ہے۔ حضرت شیخ نور الدینؒ ولی کے مزار پر اکثر جایا کرتے تھے۔ میں نے ایک مرتبہ اس کثرت کا سبب پوچھا

تو فرمایا۔ ایک دفعہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم خواب میں تشریف لائے۔ میں نے دیکھا کہ حضرتِ شیخؒ آپؐ کے پہلو میں بیٹھے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے شیخ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "جمال! تو اس کو پہچانتا ہے؟ اس نے وہ سام کئے ہیں کہ کوئی شخص ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچتا"۔ وہ دن ہے اور آج کا دن، اس مزار پر میری آمد و رفت برابر جاری ہے۔ حضرت بابا داؤدؒ مشکوٰتیؒ[1] "اسرار الابرار"[2] میں لکھتے ہیں۔ کہ قاضی ابوالقاسمؒ (جو مولانا جمال الدینؒ سیالکوٹیؒ کے خلفاء اور اکابرِ علماء میں سے تھے اور میرے اُستاد) ایک دن لکڑی کاٹنے کے لئے ایک درخت پر چڑھے۔ درخت بڑا قد آور تھا جو ایک جن کا مسکن تھا۔ درخت پر بڑی مشکل سے ضرب پڑتی تھی۔

---

[1] حضرت بابا صاحبؒ کو چونکہ حدیث کی مشہور کتاب "مشکوٰۃ" اول سے آخر تک حفظ تھی اس لئے آپ "مشکوٰتی" کے عرف سے معروف ہو گئے۔ آپ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں حضرت شیخ عطارؒ (متوفی ــــھ) کے تتبع میں "منطق الطیر" کے طرز پر بھی ایک کتاب تصنیف فرمائی تھی۔ آپ حضرت بابا نصیب الدینؒ (متوفی ۱۰۴۷ھ) کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام مسعودؒ غوری تھا۔ آپ کے جدِ امجد دہلی سے کشمیر آئے تھے اور منصب سپہ سالاری و مدار المہامی پر فائز ہوئے۔ حضرت بابا صاحبؒ کا مزارِ مبارک محلہ گندر پورہ سری نگر میں ہے۔ آپ نے لمبی عمر پا کر ۱۰۹۷ھ میں وفات پائی تھی۔

[2] "اسرار الابرار" حضرت بابا داؤدؒ مشکوٰتی کی تصنیف ہے "تذکرۂ اسلاف" طبع اول میں غلطی سے اس کتاب کو حضرت بابا داؤدؒ خاکی (متوفی ۹۹۴ھ) کی تصنیف ظاہر کیا گیا تھا۔

جن کو تکلیف پہنچی۔ تو وہ آدمی کی شکل اختیار کر کے مولنا (جمال الدینؒ) کی خدمت میں آیا اور اپنی تکلیف بیان کی۔ مولنا نے اپنے صاحب زادہ (مولنا قاضی ابوالقاسمؒ) کو اس کام سے منع فرمادیا۔

مولناؒ گوشت بالکل نہیں کھاتے تھے۔ البتہ کبھی کبھی (وہ بھی مدت کے بعد) تھوڑا سا شوربہ پی لیتے تھے۔ سوائے موٹے پشو کے ایک لمبے کرتے کے جس کو کشمیر میں "پھیرن" کہتے ہیں کوئی اور لباس نہیں پہنتے تھے۔ بستر پر کسی قسم کا فرش نہیں بچھاتے تھے نہ بچھانے کی اجازت دیتے تھے۔ فرماتے تھے جس شخص نے اپنے نفس کو قابو میں رکھا وہ سلطان جمیع اجسام ہے۔ یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے۔

ہر کرا در کار حق انجام شد
کار او در جملۂ اجسام شد

آپ نے سری نگر میں انتقال فرمایا" (انتہیٰ بلفظہٖ)
(منقول از کتاب "ملک العلماء" صـ۱۱)

ذوقی صاحب مرحوم نے اسی کتاب "ملک العلماء" کے صـ۹ پر فرمایا ہے:-

(۱۶) "اخوند مولنا جمال الدینؒ علوم دینیہ میں ماہر کامل تھے۔ اصل وطن کشمیر تھا۔ بارادت معنویہ حضرت بابا فتح اللہ کشمیریؒ کے پاس سیالکوٹ آئے۔ مولنا کمال الدینؒ (جو مولنا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے استاد تھے) آپ کے چھوٹے بھائی

تھے۔

مولانا جمال الدینؒ کے خوانِ علم سے صدہا لوگ سیر ہوئے آپ گوشت بہت کم کھاتے تھے۔ ہمیشہ بوریائی فرش پر سوتے۔ حضرت بابا فتح اللہؒ نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح آپ سے کر دیا تھا۔ آخر عمر میں آپ کشمیر واپس چلے گئے تھے۔

حضرت بابا نصیبؒ اور حضرت شیخ اسمٰعیل چشتیؒ اور دیگر اکابر و مشائخ وقت مولانا کی بابرکت صحبتوں سے مستفید ہوتے رہے قاضی ابو القاسمؒ عرف ملا جمالی (جو کشمیر کے قضا پر مامور تھے) آپ کے نامور فرزند ہیں۔" (انتہیٰ)

مستند تاریخی کتابوں کے منقولہ بالا ۱۲ اقتباسات کے مجموعہ سے حسب ذیل امور ثابت ہیں:۔

(۱) مولانا بدُشاہیؒ کا نسب صدیقی ہے (۲) مولانا جمال الدینؒ و مولانا کمال الدینؒ سیالکوٹی اور ان کی اولاد کا نسب مولانا بدُشاہیؒ سے ملتا ہے (۳) دونوں سیالکوٹی بزرگ حضرت بابا فتح اللہ حقانی کشمیری رحمہ اللہ کے مرید ہیں (۴) مولانا جمال الدینؒ سیالکوٹی کا مزارِ مبارک سری نگر کشمیر کے مشہور قبرستان "ملہ کھاہ"[1] میں واقع ہے۔

ان تاریخی حقائق کو ذہن میں رکھئے ان سے کئی غلط فہمیاں دور ہوں گی جن کا کچھ تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے اور کچھ حصہ مولانا کمال الدین صاحب رحمہ اللہ کے تذکرہ میں پیش کیا جائیگا۔

---

[1] یہ قبرستان تین میل کے رقبہ میں ہے۔

مولانا جمال الدینؒ سیالکوٹی اور شاہ جمالؒ لاہوری

لاہور میں اچھرہ کے قریب دو مختلف مقامات پر دو بزرگوں کے مزارات ہیں۔ ایک بزرگ کا نام شاہ جمالؒ ہے دوسرے بزرگ کا نام شاہ کمالؒ ہے دونوں آپس میں حقیقی بھائی تھے اس سے بعض حضرات کو غلط فہمی ہو گئی کہ یہ دونوں حضرات وہی ہیں جن کو مولانا جمال الدینؒ اور مولانا کمال الدینؒ سیالکوٹی کے ناموں سے شہرت حاصل ہے (یہ دونوں بزرگ بھی آپس میں حقیقی بھائی تھے) اور اس غلط فہمی کو اس امر سے مزید تقویت پہنچی کہ شاہ جمالؒ اور شاہ کمالؒ کی اولاد سیالکوٹ میں موجود ہے۔ چنانچہ محترم مولوی نور احمد صاحب فریدی نے (جو متعدد خوب صورت اور ضخیم تاریخی کتابوں کے مصنف ہیں) اپنی کتاب "صدر الدین عارف" کے ص۵۶ میں مولانا جمال الدینؒ سیالکوٹی اور شاہ جمالؒ لاہوری کو ایک ہی شخصیت تصور فرما کر ان کا مزار اچھرہ کے قریب ظاہر کیا ہے۔ بلکہ "تذکرہ اسلاف" طبع اوّل کا مطالعہ کرنے کے بعد موصوف نے راقم الحروف (قاسمی) کے نام اس مضمون کا مکتوب روانہ فرمایا کہ:۔

"آپ کے جدّی بزرگ مولانا جمال الدینؒ کشمیری اور مولانا کمال الدینؒ کشمیری سیالکوٹی وہی بزرگ ہیں جن کو شاہ کمالؒ اور شاہ جمالؒ کہا جاتا ہے۔ اور دونوں کے مزارات لاہور اور اچھرہ کے قریب ہیں"

لیکن مجھے اس انکشاف سے اتفاق نہیں ہے۔ میں مولانا جمال الدینؒ اور شاہ جمالؒ نیز مولانا کمال الدینؒ اور شاہ کمالؒ کو مختلف شخصیتیں سمجھتا ہوں اس کے وجوہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) شاہ جمالؒ اور شاہ کمالؒ سادات حسینی میں سے تھے (" صدر الدین عارف " صفحہ ۵۶) لیکن مولانا جمال الدینؒ اور مولانا کمال الدین رحمہما اللہ صدیقی النسب تھے (سند کے لئے اوپر مولانا جمال الدینؒ بڈشاہی اور مولانا جمال الدین گسیا کھوئی کا تذکرہ پڑھیے)

(۲) مولانا جمال الدینؒ اور مولانا کمال الدینؒ گسیا کھوئی حضرت بابا فتح اللہ حقانی کشمیریؒ کے مرید تھے۔ مولانا کمال الدینؒ نے حضرت خواجہ عبد الشہید نقشبندی احراری (متوفی ۹۸۲ھ) سے بھی فیض حاصل کیا ہے۔ اس کے خلاف شاہ جمالؒ لاہوری کسی " گکر اہیگ " نامی بزرگ کے مرید تھے۔ (" تحقیقات چشتی و صدر الدین عارف ")

(۳) مولانا جمال الدین گسیا کھوئی کے عالمانہ وقار، علمی مشاغل، درس و تدریس، تقوئے و طہارت اور ہدایت وارشاد کے تذکرے تاریخی کتابوں میں جا بجا ملتے ہیں۔ رقص و سرود اور دھمال (مستی کی حالت کا ناچ) کا ذکر ان کی بے غبار سیرت میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ لیکن شاہ جمالؒ کے حالات پر مشتمل کتابیں (تحقیقات چشتی وغیرہ) ان کے علمی و تدریسی مشاغل کے تذکرے سے نہ صرف خاموش ہیں بلکہ رقص و سرود اور دھمال کے قصوں کو چٹخارے لے لے کر ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اب یہ خدائے

عالم الغیب ہی بہتر جانتے ہیں کہ سوانح نگار حضرات شاہ جمالؒ صاحب کے معاملہ میں اپنی قلتِ معلومات کی بناء پر ان کی تصویر کا حسین رخ پیش کرنے سے قاصر رہے یا دا تعات و حقائق کی تنگ دامانی ہی نے ان کو خاموشی پر مجبور کیا ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ۔

(۴) مولانا جمال الدینؒ صاحب کا انتقال ۱۰۱۳ھ میں ہوا" ذکر الصادقین" قلمی ص۳۰۰ مؤلفہ علامہ صدیق اللہؒ حاجنی سلواری کشمیری و کتاب" ذکر حالات مشائخ و علماء ربانیین" قلمی ص۴۰۲ مؤلفہ شیخ احمدؒ ترالی کشمیری)

اور شاہ جمالؒ لاہوری کی وفات ۱۰۶۱ھ میں واقع ہوئی (تحقیقاتِ چشتی ص۶۲۹)

(۵) مولانا کمال الدینؒ صاحب سیاکھوٹی کا انتقال ۱۰۱۷ھ میں (تاریخ اعظمی ص۱۱۹) اور شاہ کمالؒ صاحب لاہوری کا انتقال ۱۰۸۰ھ میں ہوا تھا (تاریخ لاہور" ص۳۱۸ مؤلفہ رائے بہادر کنہیا لال لاہوری)

(۶) تمام مورخین کشمیر اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت مولانا جمال الدینؒ صاحب کشمیری سیاکھوٹی کا مزار مبارک قبرستان" ملہ کواہ" سری نگر میں ہے۔ (اس کا تاریخی ثبوت اوپر مولاناؒ کے تذکرہ میں دیکھئے) اس کے خلاف شاہ جمالؒ صاحب کا مزار اچھرہ (لاہور) کے قریب واقع ہے۔ ان تاریخی دلائل سے قطعی طور پر ثابت ہوا کہ مولانا جمال الدین اور شاہ جمال نیز مولانا کمال الدین اور شاہ کمال مختلف شخصیتوں کے نام ہیں۔

قطعۂ تاریخ وفات حضرت مولانا جمال الدین سیالکوٹیؒ

ذو المعارف شیخ دیں ملا جمالؒ — بحرِ عرفاں، آیتِ فضل و کمال
درِ دریائے علوم من لدن — گنجِ اسرار و حقائق در مقال
بود تاجِ عارفین، درِ ثمین — فاضلِ یکتا و فرد بے مثال
پانزدھم از مہ رمضاں بست — محملِ رحلت بملکِ لایزال

وقتِ رحلت زد رقم روح الامیں
فخرِ اسلام از پئے تاریخ سال

۱۰۱۲ھ

(منقول از "ذکر الصادقین" قلمی ص۳۰ مؤلفہ علامہ صدیق اللہ کشمیریؒ)

ایضاً

آہ ملا جمالؒ بدرِ کمال — فاضلِ عصر و حبرِ لاثانی
رہبرِ خلق و طورِ نورِ ہدیٰ — واقفِ رازہائے پنہانی
رفت خامس عشر زماہ صیام — شہرِ قرآن و ماہ نورانی
روحِ پاکش بر اوجِ علیین — کرد طیراں ز عالمِ فانی

گفت روح القدس ز بہرِ وفات
سالِ تاریخ ظلِ یزدانی

۱۰۱۲ھ

(منقول از "ذکر علماء و مشائخِ ربانیین" قلمی ص۲۰۴ مؤلفہ حضرت شیخ احمد تاکی کشمیریؒ)

حضرت مولٰنا قاضی ابوالقاسمؒ جمالی

آپ حضرت مولٰنا جمال الدین سیالکوٹی موصوف رحمہ اللہ کے فرزند جلیل تھے۔ علوم و فنون سے آراستہ اور متانت و تمیز سے پیراستہ تھے اکثر علوم اپنے عالی قدر والد سے حاصل کئے۔ دیگر علماء و فضلاء سے بھی استفادہ کیا۔

آپ حضرت قاضی محمد صالحؒ ابن حضرت قاضی موسٰیؒ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے داماد

؎ حضرت قاضی موسٰی شہید قدس سرہٗ علم و عمل اور دنیاوی جاہ و حشم کے لحاظ سے اونچے درجے کے بزرگ تھے۔ یعقوب خاں چک والیٔ کشمیر نے جو نہایت غالی اور متعصب شیعہ تھا آپ کو حکم دیا کہ وہ سُنیوں کو اذان میں اَشْھَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَلِیُّ اللہ کے اضافہ کی ترغیب دیں۔ لیکن حضرت قاضی شہیدؒ نے یعقوب خاں کا یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر یعقوب خاں نے حضرت قاضی صاحبؒ کو شہید کرا کر آپ کی نعش مبارک کو ہاتھی کی دُم سے باندھکر شہر میں گشت کرایا۔ تاکہ شہر کے عوام و اعیان کو دہشت زدہ اور مرعوب کیا جائے۔ اس واقعۂ ہائلہ کا اثر یہ ہوا کہ کشمیر کے عوام و خواص میں اشتعال و ہیجان پیدا ہو گیا۔ اور حضرت مولٰنا الشیخ یعقوب صرفی رحمتہ اللہ علیہ (جو شیخ المحدثین علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کے شاگرد اور حضرت شیخ سلیم چشتی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے) اور حضرت بابا داؤد خاکی رحمہ اللہ غیرتِ دین کے جوش میں اکبر بادشاہ کے پاس دہلی پہنچے اور بادشاہ کو کشمیر پر حملہ کرنے کی ترغیب دی اور چند معقول شرائط پر اس کے ساتھ تعاون کا وعدہ کیا۔ چنانچہ اکبر بادشاہ نے کشمیر پر قبضہ کر کے یعقوب خاں چک کو گرفتار کر لیا۔ حضرت قاضی شہیدؒ کی شہادت کا یہ الم انگیز اور دردناک واقعہ ۹۹۳ھ میں پیش آیا (تاریخ کبیر کشمیر فارسی ص ۲۹۲) اور اکبر بادشاہ (بقیہ صفحہ ۵۰)

تھے۔ شاہ جہاں کے عہدِ حکومت میں کشمیر کے قاضی تھے۔ اپنے فرائضِ منصبی کو دیانت وامانت اور احتیاط سے سرانجام دینے کے بعد انتقال فرمایا اور اپنے والد ماجدؒ کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔ (تاریخ اعظمی فارسی ص۱۳۲)

"تاریخ کبیر کشمیر" کے ص۲۹۳ میں لکھا ہے:۔

"قاضی ابوالقاسمؒ خلف ارشد وشاگرد مولٰنا جمال الدینؒ سیالکوٹی و داماد نیک نہاد قاضی محمد صالحؒ ابن قاضی موسٰیؒ شہید بود واز پیشِ عم خود مولٰنا کمال الدینؒ سیالکوٹی ہم خدمتِ تعلیم صوری ومعنوی نمودہ بود واز علماءِ دیگر ہم استفادہ کردہ بر منصبِ قضا

(بقیہ حاشیہ ص۴۹) نے کشمیر پر ۹۹۴ھ میں قبضہ کیا (علماء ہند کا شاندار ماضی" جلد ا ص۳۷) اور یعقوب خان آنجہانی جو چار پانچ سال تک روپوش ہو کر شورش کرتا رہا ۹۹۹ھ میں گرفتار ہوا (شاندار ماضی ص۱۳۲) واقعۂ شہادت کے سلسلہ میں یہ ایمان افروز واقعہ قابلِ ذکر ہے کہ جب یعقوب خان کے نمک خوار حضرت شہیدؒ کی نعشِ مبارک کو گشت کراتے ہوئے آپ کے در دولت کے پاس سے گزرے تو آپ کی بوڑھی والدہ ماجدہؒ اپنے لختِ جگر کو آخری نظر دیکھنے کے لئے مکان سے باہر آئیں اور اپنے مقدس بیٹے کو دیکھکر نہ رویا نہ واویلا، نہ ضرب خدود نہ شقِ جیب۔ بلکہ:۔

"شکر دمیا می بدرگاہِ پروردگار بجا آورد کہ فرزند دلبندش سرِ خود را در راہِ او داد وشہید گردید" (تاریخ کبیر کشمیر ص۲۹۲)

رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمَا وَعَلٰى ابْنِهِمَا رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

وامینی عدالت اعتبار کلی حاصل فرمود و در موضع صفاپور حدیقہ آباد کہ بہ "باغ قاضی" مشہور است چوں رحلت کرد در مقبرہ پدر بزرگوار خود کہ در "ملہ کواہ" واقع است بجواب آخرت آسود۔"

آپ کے شاگردوں میں بڑے بڑے باکمال بزرگ گذرے ہیں۔ چنانچہ کشمیر کے مشہور عارف باللہ بزرگ حضرت بابا مجنون نروری (نروہ سری نگر کا ایک محلہ ہے) حضرت قاضی ابوالقاسمؒ کے شاگرد تھے:۔

"بابا مجنونؒ نروری جامع علوم ظاہریہ و باطنیہ شاگرد قاضی ابوالقاسمؒ خلف مولانا جمال الدینؒ بود از خدمت مولانا جمال الدینؒ ہم استفادہ کرد۔" (تاریخ اعظمی صفحہ ۱۴۲)

اور حضرت بابا مجنونؒ نروری زبدۃ العارفین والسالکین حضرت بابا مسعودؒ نروری (کشمیر کے عظیم بزرگ) کے پوتے تھے (تاریخ کبیر کشمیر صفحہ ۲۹)

؏ حضرت بابا مسعودؒ نروری شہر ورودی حضرت سید محمد کرمانی رحمہ اللہ (مدفون محلہ تاشوان متصل اردو بازار سری نگر) کے خلفاء اور شہر کے اغنیاء میں سے تھے۔ احیاءِ سنّت اور ردِّ رفض و بدعت کے سلسلہ میں آپ کے کارنامے مشہور ہیں (اعظمی صفحہ ۱۱۲ کبیر صفحہ ۱۷۶/۱۷۷)

راقم الحروف (محمد بہاء الحق قاسمی) کے نانا پیر احمد شاہ صاحب مرحوم (متوفی ۱۹۰۶ء) حضرت بابا مسعودؒ نروری کی اولاد سے تھے (تاریخ اقوام کشمیر جلد اول صفحہ ۳۵۸) (بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲ پر)

حضرت بابا مجنونؒ زودری کی تاریخ وفات "ستونِ دیں افتاد"
۱۰۶۶ھ
سے نکلتی ہے (تاریخ اعظمی ص۱۲۱ تاریخ کبیر ص۲۰۰)

(بقیہ حاشیہ از ص۵۱) حضرت علامہ مولانا پیر محمد انورشاہ صاحب محدثِ کشمیری سابق صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند (متوفی ۳ر صفر ۱۳۵۲ھ) اور حضرت پیر محمد عبدالغفار شاہ صاحب کشمیری لاہوری (متوفی ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۲ء) بھی حضرت بابا صاحبؒ کی اولاد میں سے ہیں۔

کشمیر کے مشہور سیاسی رہنما شیخ محمد عبداللہ صاحب سلمہٗ کے دست راست مولانا محمد سعید صاحب مسعودی سلمہ اللہ بھی مسعودی خاندان سے ہیں۔

متحدہ ہندوستان کے مشہور شاعر اور ادیب آغا حشر کاشمیری مرحوم (متوفی ۲۸ر اپریل ۱۹۳۵ء مدفون قبرستان میانی صاحب لاہور) بھی اسی خاندان کے ایک فرد تھے (تاریخ اقوام کشمیر جلد اول ص۱۵۷)

حضرت بابا مسعودؒ زودری اور حضرت بابا مجنونؒ زودری دونوں بزرگوں کے مزارات محلہ زودرہ سری نگر کشمیر میں ہیں۔

حضرت مولنا قاضی محمّد عارف رحمۃ اللہ

آپ حضرت مولنا قاضی ابوالقاسم جمالی کے صاحبزادہ اور حضرت مولنا جمال الدین ستیا کھوڑی کے پوتے تھے۔ پادشاہ شاہجہان کی طرف سے سفیر مقرر ہو کر ایران تشریف لے گئے۔ پادشاہ کے مقرب ترین اور ممتاز لوگوں میں سے تھے۔ علوم وفنون میں فاضلِ یکتا، قلم کے دھنی، اور شعر و سخن کے فن میں فردِ بے مثال تھے۔

خواجہ محمّد اعظم مرحوم "تاریخ اعظمی ص۱۷۲" میں ان کی نسبت رقمطراز ہیں:۔

"قاضی محمّد عارف خلف قاضی ابوالقاسم نبیرۂ مولنا جمال الدین است کہ ذکرش گذشت۔ در زمانِ شاہجہانی بیادری اقبال پیش آمدہ بعنایاتِ سلطانی امتیاز حاصل نمود بتقریبِ وقائع نگاری سفارتِ ایران سلاطینِ آں جا را بحسنِ لطائف جواب دہ بود۔ باوصفِ مشاغلِ دنیوی بہرۂ تامہ از سخندانی داشت۔ ایں رباعی را باستشہادِ آں در صحیفہ برنگاشت۔

رباعی

خواہم ازیں نشیب و بستی برہم
وز ننگِ خودی و خود پرستی برہم
یک جرعہ ز جامِ نیستی نوش کنم
از کشمکشِ خمارِ ہستی برہم

وَلَہٗ

ناز آں دیر تر بخشد سلام
کہ دہد جلوہ کبریائی را
ناز آں توقف کند کہ دریابی
ذوق دریوزۂ گدائی را

"چنانکہ بمکتوبے از جناب عُروۃُ الوُثقیٰ شیخ محمد معصوم[عہ] رح سرافراز است وآں مکتوب در جلدِ ثالث مرقوم است"۔

"تاریخ کبیر کشمیر" ص۲۹۶ میں بزمرۂ علماء و فضلاء حضرت قاضی محمد عارف رح صاحب کا ذکرِ خیر ان الفاظ میں ملتا ہے:۔

"صاحب کمال در علوم و فنون از مقربانِ شاہ جہاں بود۔"

عہ حضرت خواجہ محمد معصوم رح صاحب سرہندی (متوفی ۱۰۷۹ھ) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قُدِّسَ سِرُّہٗ (متوفی ۱۰۳۴ھ) کے فرزندِ ارجمند تھے۔ آپ نے حضرت قاضی محمد عارف رح کے ایک سوال کے جواب میں ایک طویل مکتوبِ گرامی رقم فرمایا تھا جس کا آغاز بایں الفاظ ہوتا ہے:۔

"بقاضی عارف رح کشمیری۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ جناب کمالات دستگاہ فضائل دثار افضل پناہ را بشمولِ عنایاتِ خویش داشتہ بمعارج قرب ترقیاتِ بے اندازہ کرامت فرماید۔" (مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب نمبر ۵ ص۱۸ مطبوعہ امرتسر)

ان گرانقدر الفاظ سے جو ایک مشہور فی الآفاق ولی اللہ کے قلم سے نکلے ہیں حضرت قاضی صاحب رح کے مقامِ بلند کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

در ایران رفتہ وقائع نگاری با سلاطین صفوی بحسن کلام جواب و سوال می کرد از جناب شیخ محمد معصوم سرہندی یک مکتوب بنام او مسطور است کہ در جلد سوم مکتوبات شریفہ موجود است۔"

اسی کتاب کے صفحہ ۳۴۴ میں شعرائے نامدار کے زمرہ میں بھی آپ کا ذکر خیر کیا گیا ہے۔

شوشۂ ظن اور اس کی حقیقت اس مقام پر یہ ذکر کر دینا بھی مناسب ہوگا کہ بعض تاریخی کتابوں میں ایک واقعہ کے سلسلہ میں حضرت قاضی محمد عارف صاحب اور ان کے والد گرامی قدر حضرت قاضی ابوالقاسم کی طرف سہل انگاری اور مداہنت کو منسوب کیا گیا ہے جو محض غلط ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ :۔

"کشمیر کی فضا میں تبرا جیسے خلاف عقل و تہذیب اور زہریلے مرض نے وبائے عام پیدا کر دی تھی۔ حق اور ناحق کی حمایت میں طرفین سے کشت وخون کا بازار گرم ہوا۔ شاہ جہاں بادشاہ کا عہد تھا حاکم و ناظم کشمیر مظفر خاں تھے۔ بمشکل بلوہ فرو کیا گیا۔ قاضی محمد عارف اور قاضی ابو القاسم کا عدالتی بورڈ مقدمہ کے تصفیہ کے لئے بیٹھا۔ زیادتی اہل تشیع کی ثابت ہوئی۔ مگر اہل تشیع کا نفوذ یہاں تک بڑھا ہوا تھا کہ ان دونوں قاضیوں کی ہمت نہ پڑی کہ اہل تشیع کو سزا دیں" (علمائے ہند کا شاندار ماضی جلد اول صفحہ ۲۸۵/۲۸۶ مؤلفہ سید محمد میاں صاحب سابق ناظم جمعیتہ علماء ہند دہلی)

یہاں تک تو خبر ٹھیک ہے کہ تبرائی بلوائیوں کو دونوں قاضیان ذوی الاحترام مجرم قرار

سے تاریخ اعظمی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت قاضی ابوالقاسم کے ساتھ پیش (بقیہ صفحہ ۵۶)

دینے کے باوجود سزا نہ دے سکے۔ اس لئے کہ تبرائیوں کا زعم بہت بڑھا ہوا تھا۔ لیکن بقول خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری مرحوم کشمیر کا صوبیدار تبرائی مجرموں کو پیش کرنے میں سہل انگاری کر رہا تھا۔ چنانچہ تاریخ اعظمی کے الفاظ یہ ہیں:۔

"در احضار آنہا از طرف صوبدار اندک مساہلہ رو دادہ مردم بشورش آمدہ اند و قاضی (ابوالقاسمؒ) را منسوب بمداہنہ نمودہ"
(ص ۱۳۸)

پس تساہل و مداہنت کا الزام اگر عاید ہو سکتا ہے تو وہ صوبیدار کشمیر پر عائد ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور تھی۔ قاضی اور جج کا کام یہ ہے کہ وہ ملزموں کے خلاف لگائے گئے الزامات کی چھان بین کرے اگر وہ مجرم ثابت ہو جائیں تو ان کو پھانسی پر لٹکانے یا جیل بھیجنے کا فرض اس محکمہ یا حکومت کے اس با اختیار افسر پر عائد ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں سیاسی اور فوجی قوت ہو اس کا فرض ہے کہ وہ عدالت کے فیصلہ کو نافذ کرے۔

اور ظاہر ہے کہ قاضی صاحبان موصوف الصدر (یا قاضی ابوالقاسمؒ) نے اپنے فرض منصبی کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی یا غفلت نہیں برتی۔ بلکہ انہوں نے مجرموں کو صاف لفظوں میں مجرم قرار دیا اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ جو لوگ کر سکتے تھے انہوں نے کچھ نہیں کیا۔ یا اگر حسن ظن سے کام لیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ نہیں کر سکے۔

(بقیہ صفحہ ۵۵) آیا تھا لیکن "علماء ہند کا شاندار ماضی" کے فاضل مؤلف نے اس سلسلہ میں حضرت قاضی ابوالقاسمؒ کے علاوہ ان کے صاحبزادہ حضرت قاضی محمد عارف کا نام بھی لیا ہے۔ معلوم نہیں اس کا ماخذ کیا ہے۔

علامۂ مشرقین، معلمِ ثقلین، مطلعِ انوارِ لایزال حضرت اخوند مولانا ابوالرضا کمال رحمۃ اللہ

آپ حضرت مولانا جمال الدین بڈشاہی کی اولاد میں سے اور حضرت مولانا جمال الدین سیالکوٹی کے چھوٹے حقیقی بھائی اور حضرت بابا نصیب اللہ حقانی کے داماد تھے۔ آپ اپنے وقت کے شہرۂ آفاق علماء و صلحاء میں سے تھے۔ ساری عمر درس و تدریس اور تعلیم و تربیت میں گذاری۔ چند تاریخی کتابوں کے حسب ذیل اقتباسات سے حضرت مولانا کی سیرۃ، آپ کی علمی خدمات، اور عملی کمالات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے (آپ کے نسب اور مدفن اور اس سلسلہ میں بعض مؤرخین کی غلط فہمیوں کا تذکرہ اقتباسات مذکورہ نقل کرنے کے بعد کیا جائے گا)

خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری کشمیری مرحوم تاریخ اعظمی کے صلا میں زیرِ عنوان "مطلع انوار لایزال" فرماتے ہیں:-

(۱) "برادر مولانا جمال است۔ حلال دقائق و کشاف حقائق بود۔ نسبتِ علمی غالب داشت چنانچہ برادر عالی قدرش راجہت تقویٰ راجح بود۔ باوصف آں مجموعۂ علم و عمل و زہد و تقویٰ بود علاقۂ دامادی بخدمت بابا نصیب الله بارادتِ معنوی جمع کردہ و سلوک باطن در صحبتش نمودہ

بعدِ آں در خدمتِ با برکت حضرت خواجہ عبد الشہید[علیہ] نقشبندی احراری کہ از احفادِ امجاد مقرب پروردگار حضرت خواجہ عبید اللہ احرار[علیہ] است رسید و بہرہ مند کمالات گردید۔ در سیالکوٹ و لاہور مسندِ افادۂ علوم بر آراست۔ و عالمے از فیض خدمتش بصاحب کمال برخاست۔ درس فن و حکایات آنہا در مدرسہ وادہ مشہور است ذکر اماکنش در افواہ مذکور۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی[علیہ] فاروقی ہم اوائل حال کسبِ علوم صوریہ در صحبت او کردہ و علماءِ بسیار مثل مولانا عبد الحکیم[علیہ] سیالکوٹی

---

[۱] متوفی ۹۸۲ھ (منقول از سفینۃ الاولیاء ص۲۳۲)

[۲] متوفی ۸۹۵ھ

[۳] حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والا صفات محتاج توصیف و تعارف نہیں۔ آپ کا مزار مقدس سرہند شریف (بھارت) میں مرجع انام ہے سن وفات ۱۰۳۴ھ ہے۔

[۴] حضرت ملا عبد الحکیم صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ مشہور جلیل القدر عالم و فاضل تھے۔ آپ کی بلند پایہ تصانیف عالم اسلامی میں خاص شہرت رکھتی ہیں آپ شاہ جہان بادشاہ کے مشیر خاص تھے۔ بادشاہ نے دو مرتبہ ان کی برابر سونا تول کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور بہت کچھ جاگیر و عطیات پیش کئے۔ ("تذکرہ اولیائے ماضی" جلد اول ص۲۹۵)

حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس اللہ سرہٗ کو سب سے پہلے آپ ہی نے "مجدد الف ثانی" فرمایا تھا (سفینۃ الاولیاء مؤلفہ شہزادہ دارا شکوہ ص۲۶۱)

از خدمتش مستفید گردید۔ چوں اجل موعودش رسید در لاہور رحلت فرمودہ ہمانجا آسود در سنہ ہزار و ہفدہ۔ تاریخ وصال چنیں است ع ملحق حق قطب و تاج اولیا ملا کمال
۱۰۱۷ ھ

جناب مولوی حاجی محی الدین صاحب مسکین سرائے بلی کشمیری مرحوم لکھتے ہیں :۔

(۲) " ملا کمال الدینؒ از کردہ برادر خود کمال داشت و از خدمت خواجہ عبدالشہیدؒ احراری نقشبندی بکمالات ظاہری و باطنی فائز گردیدہ عمر خود را در سیالکوٹ و لاہور در تعلیم و تعلیم صوری و معنوی صرف نمود۔ و آجنہؒ از خدمت آنجناب کامیاب می شدند و شاگردان برجستہ بہم رسانید و حضرت مجدد الف ثانی سرہندی و ملا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہما از شاگردانِ اوے اند و در سال یک ہزار و ہفدہ ندائے ارجعی شنیدہ رخت انتقال بربستہ در شہر لاہور مدفون گردید" (تاریخ کبیر کشمیر ص۱۷۲)

میر سعد اللہ خاں صاحب کشمیری شاہ آبادی فرماتے ہیں :۔

(۳) " ملا کمال الدینؒ برادر ملا جمال الدینؒ عالم بے نظیر بود۔ ملا عبدالحکیمؒ سیالکوٹی و شیخ احمدؒ سرہندی از مستفیدان ایشاں اند الخ رحلت فرمودہ در لاہور مدفون است نسب ایشاں صدیقی است

و صحیح ترین۔ این قول است۔" (تاریخ باغ سلیمانی قلمی ص۲۱)

ملا احمد بن الصبور کشمیری لکھتے ہیں:۔

(۴) "ملا جمال الدینؒ و ملا کمال الدینؒ ہر دو برادر جامع کمالات ظاہری و باطنی بودند۔ نسب ایشاں صدیقی گفتند و این صحیح ترین است۔ مرقد ملا جمال الدینؒ در کشمیر است و مرقد ملا کمال الدینؒ در لاہور است۔" (تاریخ ہادی قلمی ص۲۰۱)

شیخ عبدالوہاب نوری کشمیریؒ فرماتے ہیں:۔

(۵) "مولانا کمال الدین نیز از اصحاب بابا فتح اللہؒ است و داماد وے بود خوارق بسیار از وے بظہور آمدہ از یکے تلامذۂ وے منقول است کہ در بلدۂ لاہور مدرس پسر شیخ ملا محمد رضاؒ المعروف بہ "حکیم دانا" بودم کہ روزے مرد نورانی در پیش مولانا کمال الدینؒ باستفادۂ علمی پیش آمد۔ چوں باکسے از تلامذہ آشنا نبود متحقق حال وے شدند۔ مولاناؒ مطلع آں شدہ بر جبر و توبیخ منع ازاں فرمود تا کسی واقف این سر نشود پس بمقتضائے "الانسان حریصٌ علیٰ ما مُنع" بعد فراغ درپیش بعضے یاراں در عقب وے شدند۔ دیدند کہ در یک حجرہ بمطالعہ مشغول است۔ چوں آنہا را بدید بسیار متاذی شد و گفت کہ از افشاء این راز مرا از صحبت استاد محروم ساختند (الیٰ آخر قال) بعد ازاں در مجلس علماء حاضر نشد مولاناؒ

ازیں جہت آناں منع کردہ بود کہ ایذائے مومن حرام است۔
قدس اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس۔
"فتحات کبرویہ" مخطوطہ ص۲۱۴)

پیر حسن شاہ صاحب کشمیری مرحوم متوفی ۱۳۱۶ھ اپنی کتاب "تاریخ حسن" حصہ سوم بعنوان "اسرار الاخیار" قلمی کے ص۱۲۹ میں رقمطراز ہیں:-

(۲) "اخوند ملا کمال براد ملا جمال حلال دقائق وکشاف حقائق بود۔ مرید خاص ودادار با اختصاص بابا فتح اللہ ثانی است از کردہ مولنا جمال نسبت علمی غالب داشت ودر خدمت بابرکت خواجہ عبدالشہید نقشبندی کہ از احفاد خواجہ عبید اللہ احرار بود رسیدہ بکمالات صوری ومعنوی فائز گشت پس مدۃ عمر خود در لاہور وسیالکوٹ بتدریس علوم ظاہری و باطنی اشتغال نمود و عالمے از فیوض خود فائز فرمود فرقۂ از جنہ ہم در خدمت ایشاں برائے اخذ تعلیم می آمدند۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی وملا عبدالحکیم سیالکوٹی از شاگردان دے اند چوں رحلت فرمود درلاہور آسود تاریخ رحلت:-

ملجی حق قطب وتاج اولیا ملا کمال
۱۰۱۷ھ

جناب مولوی رحمن علی صاحب سابق ممبر اسمبلی (دیوان انڈیا) اپنی کتاب

"تذکرہ علمائے ہند" مطبوعہ، صفحہ ۴۲۰ میں فرماتے ہیں:-

(۷) " ملا کمال الدین لاہوری برادر ملا جمال الدینؒ جامع علم و عمل و زہد و تقویٰ بود۔ مدت مدید در لاہور و سیالکوٹ بر مسند تدریس و تلقین متمکن بودہ افادہ و افاضۂ خلائق می نمود۔ شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ و ملا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ از ارشد تلامذۂ وے اند بسال ہزار و ہفدہ ہجری در بلدۂ لاہور وفات یافتہ مگر فی زماننا قبرش مفقود است۔ تاریخ فوتش چنیں است:-

ملحق حق قطب و تاج اولیا ملا کمال

۱۰۱۷ھ

مولانا فقیر محمد صاحب مرحوم سابق ایڈیٹر و مالک "سراج الاخبار" جہلم نے اپنی کتاب "حدائق الحنفیہ" کے صفحہ ۴۱۰ میں مولانا کمال الدینؒ صاحب سیالکوٹیؒ کے متعلق تحریر فرمایا ہے:-

(۸) " آپ مولانا جمال الدینؒ کے بھائی تھے بڑے عالم فاضل، شیخ کامل، حلال دقائق، کشاف حقائق، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے۔ جس طرح آپ کے بھائی کی جہت تقویٰ غالب تھی اسی طرح آپ کی نسبت علم غالب تھی اور باوجود اس کے آپ مجموعۂ علم و عمل و زہد و تقویٰ تھے۔ مدت تک سیالکوٹ و لاہور میں مسند تدریس و تلقین پر متمکن رہ کر دور اور نزدیک کے لوگوں کو علوم ظاہری و باطنی سے مستفید فرماتے رہے۔ چنانچہ شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ اور مولانا

عبدالحکیم سیالکوٹیؒ نے علوم ظاہری آپ سے ہی حاصل کر کے کمال حاصل کیا۔ وفات آپ کی ۱۰۱۷ھ میں شہر لاہور ہی میں ہوئی۔ لیکن قبر آپ کی فی زمانہ مفقود الخبر ہے۔

حدیقۂ فیض آپ کی تاریخ وفات ہے۔
۱۰۱۷ھ

مولانا ابوالحسنات صاحب ندوی اپنی کتاب "ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں" کے صفحہ ۹۲ میں لکھتے ہیں :-

(۹) " لاہور کی علمی ترقی دہلی پر مقدم ہے لیکن کچھ دنوں کے لئے دہلی کے مقابلے میں اس کا چراغ ٹمٹماتا رہا آخر میں پھر اس کو ایک مرتبہ فروغ حاصل ہوا جس کا سبب مولانا کمال الدین کشمیریؒ مولانا جمال الدین تلہ، مفتی عبدالسلامؒ اور ملا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ جیسے نامور علماء کی ذات ہے۔ ان بزرگوں کے فیض سے ہزاروں تشنگان علم سیراب ہوئے۔"

منشی محمد الدین صاحب فوقؔ لاہوری مرحوم نے حضرت مولانا کمال الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے حالات قدرے تفصیل سے تحریر فرمائے ہیں۔ فوقؔ صاحب مرحوم

؎ مولانا جمال الدینؒ تلہ لاہور کے باشندہ اور مولانا جمال الدینؒ سیالکوٹی کے علاوہ ایک اور بزرگ تھے۔ آپ حضرت ملا اسمعیل رحمتہ اللہ علیہ (اُچ والے) کے شاگرد تھے۔ "منتخب التواریخ" ملا عبدالقادر بدایونی صفحہ ۳۱۲) اکبر کے زمانہ میں محلہ "تلہ" اس جگہ واقع تھا جہاں آج کل میو ہسپتال اور سرائے رتن چند ہے۔ آپ کی اس محلہ میں عظیم الشان درسگاہ تھی (" مجلہ نقوش" لاہور نمبر صفحہ ۴۶۴ تا ۴۶۵)

نے ایک مقام پر لکھا ہے :۔

(۱۰) "اکبر بادشاہ نے جب کشمیر کو سلطنت ہند کے ساتھ ملحق کیا تو وہاں مغل گورنر مقرر ہونے لگے جن کو ناظم یا صوبیدار کہتے ہیں۔ اس زمانہ میں کشمیر کے ایک جیّد عالم کسی بات پر اکبری گورنر سے ناراض ہو کر سیالکوٹ چلے آئے جہاں ان کے ہم وطن اس زمانہ میں موجود تھے۔ جب تاتار خان حاکم لاہور تھا اور ہندوستان کا تخت شیر شاہ سُوری کے پاؤں چُوم رہا تھا اور کشمیر کے شیعہ چک بادشاہ علماء اہلِ سُنّت سے اس قدر ظلم و تعصب سے پیش آ رہے تھے کہ کئی سُنّی مسلمان ظلم و جبر برداشت نہ کر سکنے کی بناء پر جلاوطنی کے لئے مجبور ہو جاتے تھے۔ اس جیّد عالم اور اس فاضل بزرگ کا نام مولنٰنا کمال الدینؒ تھا۔

سیالکوٹ اس وقت راجہ مان سنگھ کی جاگیر میں تھا۔ اس کا کاردار بڑی عزت سے پیش آیا۔ اور عوام النّاس خصوصًا ان کے ہم وطنوں نے مولنٰنا کمال الدینؒ کے آنے پر بڑی خوشی ظاہر کی کشمیر کی تاریخوں میں مولنٰناؒ کے تفصیلی حالات درج ہیں ان کا کچھ خلاصہ درج ذیل ہے :۔

مولنٰنا کمال الدینؒ مولنٰنا جمال الدینؒ کے بھائی اور حضرت بابا فتح اللہ حقانیؒ کے مرید و داماد تھے۔ خواجہ عبد الشہیدؒ احراری نقشبندی کے ارادت یافتہ بھی تھے۔ انہی دو بزرگوں کے فیضِ صحبت

اور توجہ ظاہری و باطنی سے

"علامۂ مشرقین اور معلم ثقلین"

مشہور تھے۔ حضرت بابا داؤد مشکوٰتی "اسرار الابرار" میں آپ کے حالات میں یوں لکھتے ہیں ؎

جن دانش اندر تعلم پیش آں آگاہ بود
نور رضا ملا کمالؒ ازیں درگاہ بود

کشمیر کے بہت سے تذکروں میں لکھا ہے کہ مولاناؒ کو عالم جنات پر بھی فتوحات حاصل تھیں۔ ہم حضرت اسرار الابرار" سے (کہ عہد شاہ جہاں کی تصنیف ہے) اور اس کے مصنف بابا داؤدؒ مشکوٰتی نے مولانا کمال الدینؒ کے ایک شاگرد سے ملاقات کی ہے۔ ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہیں۔

بابا داؤدؒ مشکوٰتی لکھتے ہیں۔ "میں ایک مرتبہ اپنے پیر کی خدمت میں تبت کے ملک میں تھا وہاں مولانا کمال الدینؒ کے ایک شاگرد سے ملاقات ہوئی جس نے مولانا کمالؒ کے کمال کی بہت سی باتیں بیان کیں۔ اس نے بیان کیا کہ میں مولانا کمال الدینؒ کے مدرسہ لاہور میں پڑھتا تھا۔ محمد رضا کہ اپنی حکمت و دانائی اور اپنے تبحر علم کی وجہ سے "حکیم دانا" کے نام سے زیادہ مشہور تھے۔ اور جو مولانا کے فرزند تھے اور میرے ہم سبق۔ مولاناؒ ہم سب کو درس دے رہے تھے کہ ایک مرد نمودار ہوا نے مولاناؒ کی خدمت

میں آکر تعلیم حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ مولانا نے بخوشی قبول فرمایا۔ چونکہ اس شخص کو پہلے کسی نے دیکھا تک نہ تھا۔ اور اس کے چہرہ سے سفر و کوفت کے آثار بھی ظاہر تھے چہرہ سے نور برس رہا تھا۔ اس لئے طلبہ نے تعجب سے اس کا وطن وغیرہ پوچھا۔ اور سفر کی کیفیت دریافت کی۔ مولانا کو خبر ہوئی تو آپ نے طلبہ کو دریافت حالات اور استفسارات سے منع فرمایا۔ چونکہ انسان حریص ہے خصوصاً جس بات سے اس کو منع کیا جائے اس کی خواہش بہت زیادہ ہوتی ہے اس لئے ہم سب نے درس کے بعد اس کو گھیر لیا۔ اور اس سے جبراً استفسار کیا۔ ہمارے استفسارات سے تنگ آکر اس مرد نورانی نے ایک جست لگائی اور مدرسہ کی دیوار کو ایک ہی چھلانگ میں طے کر لیا۔ ہم سب انگشت بدنداں رہ گئے اور ہمت کر کے اس کے پیچھے دوڑے۔ دیکھا کہ ایک گڑھے میں بیٹھا ہوا کتاب کا مطالعہ کر رہا ہے جب ہم وہاں پہنچے تو اس نے خفگی کے لہجہ میں کہا۔ تم نے کیوں ایسا کام کیا کہ مجھ کو ایسے قابل استاد کی صحبت سے محروم ہونا پڑا۔ ہم نے کہا ہم تمہارا راز افشا نہ کریں گے تم استاد کی صحبت ترک نہ کرو۔ اس نے کہا ہمارے آداب و رسوم کے یہ خلاف ہے کہ جہاں ہمارا راز ظاہر ہو جائے وہاں ہم اپنی بود و باش رکھیں۔ یہ کہہ کر وہ پھر ایسا غائب ہوا کہ کبھی اس کی صورت نظر نہ آئی۔

جب اس واقعہ کا علم مولنٰا کمال الدینؒ کو ہوا۔ تو اُنہوں نے فرمایا اسی خیال سے منع کیا تھا کہ ایک مومن بھائی کو تکلیف دینا حرام ہے۔ مگر تم لوگوں نے میرا کہنا نہ مانا۔

مولنٰا کمالؒ کے شاگرد کے اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ سیالکوٹ کے مولنٰاؒ لاہور میں بھی ایک درسگاہ رکھتے تھے اور یہ کہ لوگ دُور دُور سے حصولِ علم کے لئے آپ کے پاس کھنچے چلے آتے تھے۔

اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد فوق صاحب مرحوم لکھتے ہیں:۔

"شیر شاہ سُوری کے زمانہ سے لے کر اکبر کے ابتدائی عہد تک میاں دار کشمیری سیالکوٹ کا ایک نامور مالگذار اور جاگیردار گذرا ہے۔ مولنٰا کمال الدینؒ نے اس کی عالی شان مسجد میں قرآن و حدیث اور دیگر علوم کا درس جاری کیا۔ جہاں علوم کے پیاسے جوق در جوق آکر سیراب ہونے لگے۔ مولنٰاؒ کے فیضِ صحبت اور تعلیم کی برکت سے فقہ، حدیث، تفسیر اور منطق و فلسفہ میں ایسے ایسے نامور لوگ پیدا ہوئے کہ مولنٰاؒ کے کمال کی شہرت ہو گئی۔ جن شاگردوں نے استاد کا نام روشن کیا۔ ان میں ایک مولنٰا عبدالحکیمؒ سیالکوٹی بھی تھے۔ تاریخ سیالکوٹ" میں جو دوسری تاریخوں کی نسبت واقعاتِ سیالکوٹ کے لحاظ سے زیادہ معتبر ہونی چاہیئے تھی مولنٰا عبدالحکیمؒ کے استاد کا نام عبدالکریم مندرج ہے۔ حالانکہ دیگر تمام قدیم و جدید تذکرے مولنٰا عبدالحکیمؒ کے استاد کا نام مولنٰا کمال الدین بتاتے ہیں

جو صحیح و درست ہے۔ مولٰنا کمال الدینؒ کا سنہ وفات ۱۰۱۷ھ بعہد جہانگیری بتایا جاتا ہے۔ آپ نے سیالکوٹ[۱] میں انتقال فرمایا مگر اب مزار کا کچھ پتہ نہیں چلتا"

(منقول از کتاب "ملک العلماء مولٰنا عبد الحکیم" ص۳ تا ص۱)

پھر اسی کتاب (ملک العلماء) کے صفحہ ۸۰ میں توفیق صاحب مرحوم تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱۱) "اخوند ملا کمالؒ، مولٰنا جمالؒ کے چھوٹے بھائی اور مولٰنا عبد الحکیمؒ[۲] حضرت مجدد الف ثانیؒ اور نواب سعد اللہ خانؒ وزیر شاہ جہان جیسے نو

---

[۱] یہاں سیالکوٹ کا لفظ سہواً لکھا گیا ہے۔ مولٰناؒ کا انتقال لاہور میں ہوا تھا۔ خود توفیق صاحب مرحوم نے بھی اسی کتاب کے صفحہ ۸۰ پر لاہور ہی لکھا ہے۔

[۲] آپ اصل میں چنیوٹ (پنجاب) کے باشندے تھے۔ پھر لاہوری ہو گئے۔ آپ حافظ قرآن، علوم نقلیہ و عقلیہ کے ماہر، نیک پرہیزگار، غریب پرور اور رحمدل وزیر اعظم تھے۔ شیخ سعد اللہ لاہوری کے نام سے مشہور تھے۔ بعد میں "علامی سعد اللہ خان" کے نام سے شہرت پائی۔ سنہ ۱۰۶۶ھ میں عارضہ فالج میں مبتلا ہوئے۔ بادشاہ نے شاہی اطباء سے علاج کرایا۔ بادشاہ کئی دفعہ عیادت کے لئے آپ کے مکان پر آیا۔ لیکن علامی صاحبؒ جانبر نہ ہو سکے۔ اور آخر جمادی الاخری سنہ ۱۰۶۶ھ میں انتقال فرمایا۔ ان کی وفات پر بادشاہ زار زار رویا۔ علامی صاحبؒ پہلے خستہ حال تھے۔ ان کی طالب علمی کے زمانے میں ایک مرتبہ ان کے استاد (مولٰنا کمال الدینؒ) نے ان کی نسبت فرمایا "بادشاہ کے وزیر اعظم کو بلاؤ"۔ طلبہ کو تعجب ہوا۔ تو حضرت مولٰناؒ نے فرمایا کہ (البتہ اگلے [illegible]

شاگردوں کے استاد تھے۔ شیخ کامل، حلّالِ دقائق، کشّافِ حقائق، جامعِ علوم عقلیہ ونقلیہ اور مجموعۂ علم وعمل وزہد وتقوی تھے۔ مگر نسبتِ علمی بہت غالب تھی۔ سیالکوٹ اور لاہور میں مدت تک مسندِ تلقین وتدریس پر متمکن رہ کر دور ونزدیک کے لوگوں کو علوم ظاہری وباطنی سے مستفیض کرتے رہے۔ اکبر اور جہانگیر کے دربار میں بڑی وقعت تھی۔ ۱۰۱۷ھ میں لاہور میں وفات پائی۔ آپ حضرت شیخ یعقوب؎

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۸) یہی سعد اللہ جو اس وقت خستہ حالت میں ہے زیر نظر ہوگا (" علماء ہند کا شاندار ماضی" جلد اول از ص۳۵۹ تا ص۳۶۱ کا حاشیہ) اس واقعہ سے حضرت مولانا کمال الدینؒ کا صاحبِ کشف ہونا بھی ظاہر ہے۔ علامی صاحبؒ موصوف سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ کے اُستاد بھی تھے (کتاب مذکور ص۳۶۵ کا حاشیہ بحوالہ "احکام عالمگیری" ص۱۳ مق نمبر ۱۲۶)

؎ حضرت شیخ صرفی رحمہ اللہ کشمیر کے عظیم وجلیل القدر علماء ومشائخ میں سے تھے آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی خواجہ حسن عاصمی گنائی تھا۔ جو سلطنت کشمیر کے بہت بڑے رکن تھے آپ نے دس سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی عرف مولانا جامیؒ (متوفی ۱۸ محرم ۸۹۸ھ) کے شاگرد رشید مولانا محمدؒ سے علوم ظاہری کی تکمیل فرمائی اور محترم اُستاد ملک پیش گاہ سے "جامی ثانی" کا خطاب حاصل کیا پھر عبادت وریاضت میں مشغول ہوگئے۔ اور حضرت امیر کبیر سید علیؒ ہمدانی کی بدعا نسبت سے اویسی نسبت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد شیخ کمال الدین حسینی خوارزمی کی خدمت میں ارادت وبیعت کے لئے حاضر ہوگئے۔ مگر شیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسینی خوارزمی (بقیہ صفحہ)

حضرت صرفی اور حضرت بابا داؤد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۹) کی خدمت میں حاضری کا مشورہ دیا۔ جو سمرقند میں قیام فرما تھے۔ حضرت شیخ صرفیؒ سمرقند پہنچ کر شیخ کی خانقاہ کے دروازہ پر پہنچے۔ تو حضرت شیخؒ نے دروازہ پر استقبال کیا۔ پھر بیعت سے مشرف فرماکر مطبخ کے لئے لکڑیاں چننے کی خدمت سپرد کی تھوڑے ہی عرصہ میں درجۂ کمال حاصل کرکے خرقۂ خلافت سے فائز المرام ہوئے۔ پھر وطن اصلی (کشمیر) میں تشریف لاکر سلسلہ ارشاد جاری کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اپنے شیخؒ کی زیارت کے لئے دوبارہ سمرقند پہنچے۔ اور حضرت شیخؒ کی رفاقت میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوکر واپسی میں مشہد مقدس پہنچے۔ اس زمانہ میں بادشاہ طہماسپ صفوی کا دور دورہ تھا جو متعصب شیعہ تھا۔ اور اگرچہ اس نے اپنی مخصوص اغراض کے تحت افغانیوں کو ہندوستان سے ختم کرنے کے لئے ہمایوں کو امداد دی تھی۔ مگر خود اپنے ملک میں اہلِ سنت کو تلوار کے گھاٹ اتار رہا تھا۔ حضرت شیخ یعقوب صرفی بادشاہ مذکور کے پاس تشریف لے گئے۔ ظاہری افہام و تفہیم اور روحانی تاثیرات سے اس کو اتنا متاثر کیا کہ وہ اپنی اس حرکت پر نادم ہوا اور اس کے دل میں حضرت شیخ کا احترام بیٹھ گیا۔ آپ مشہد سے بغداد پہنچے اور شیخ المحدثین ابن محمدؒ سے استفادہ کیا۔ حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ بھی اس وقت وہیں قیام فرما تھے۔ ان سے سلسلہ چشتیہ کا خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ پھر دوسرے ممالک کی سیاحت فرماتے ہوئے کشمیر تشریف لائے۔ خطۂ کشمیر پر اس وقت متعصب شیعہ حکمران تھے۔ سنیوں کی مظلومیت کا منظر آپ سے نہ دیکھا گیا۔ تو آپ نے انقلابی تحریک اپنے ہاتھ میں لی (بقیہ صفحہ ۷۱ پر)

خاکیؒ وغیرہ مشائخ کے ساتھ شیعہ بادشاہ کشمیر کے ظلم سے تنگ آکر پنجاب میں آگئے تھے۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ) کے نتیجے میں اکبر بادشاہ کا کشمیر پر قبضہ ہو گیا۔ اس مہم سے فارغ ہو کر آپ زیارت حرمین شریفین کے لئے روانہ ہو گئے۔ ایک سال کے بعد واپس کشمیر تشریف لائے اور حدیث، فقہ اور تفسیر کی بہت سی کتابیں تالیف کیں۔ بخاری شریف کی شرح لکھی۔ "توضیح تلویح" کا حاشیہ تحریر فرمایا۔ قرآن مجید کے آخری دو پاروں کی تفسیر لکھی۔ ان کے علاوہ مختلف فنون میں بہت سی تصانیف تحریر فرمائیں۔ لیکن افسوس کہ آج ان کتابوں کے نام بھی معلوم نہیں۔ حضرت شیخؒ ۱۲ ذی قعدہ ۱۰۰۳ھ کو جمعرات کے روز بعد نماز عشاء واصل بحق ہو گئے۔ (ماخوذ از کتاب "علماء ہند کا شاندار ماضی" جلد اول ص ۳۴۳ تا ص ۳۴۷) کتاب مذکور میں حضرت شیخ یعقوب قدس سرہٗ کے اسم گرامی کے ساتھ بار بار "صرفی" کی بجائے "صوفی" لکھا گیا ہے۔ حضرت قدس سرہٗ کے بلند پایہ صوفی صافی ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟ اس لحاظ سے آپ کو صوفی کہا جائے تو بجا ہے۔ لیکن آپ "صرفی" ہی کے نام سے مشہور تھے۔ "صرفی" آپ کا تخلص تھا۔ ("تاریخ کبیر کشمیر" ص ... منتخب التواریخ مؤلفہ عبد القادر بدایونی مطبوعہ نولکشور ص ۲۴۷)

(کتاب "شاندار ماضی" کے مصنف مولانا سید محمد میاں صاحب سابق ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی ہیں)

سہ حضرت بابا داؤد خاکی قدس سرہٗ اُن عظیم المرتبت بزرگوں میں سے ہیں جن کے وجود اقدس پر سرزمین کشمیر کو بجا ناز ہے۔ آپ علم اور درجہ کمال کے باعث کشمیر میں "امام اعظم ثانی" کے لقب سے مشہور تھے۔ درس و تدریس (بقیہ ص ۷۲ پر)

مولانا کا نسب قارئین کرام حضرت مولانا جمال الدین صاحب سیالکوٹی کے تذکرہ میں دو بزرگوں کے اشتراک اسمی اور قرب معاصرت سے پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کی مثال ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اسی قسم کی غلط فہمی بعض مؤرخین کو حضرت مولانا کمال الدین صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے نسب کے بارے میں بھی ہوئی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر جی۔ ڈی (غلام محی الدین)

(الفقیہ، حاشیہ صفحہ ۷۲) اور تصنیف و تالیف اور اشاعت سنت و رد بدعات و ذکر و فکر کا شغل رکھتے تھے۔ آپ حضرت محبوب العالم کشمیری رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری قدس اللہ سرہٗ اور دوسرے مشائخ طریقت کی زیارت کے لئے ملتان دو مرتبہ تشریف لائے دوسری مرتبہ ملتان سے سیالی اور وہاں سے کشمیر واپس آئے۔ جب کشمیر میں چک شیعوں نے اہل سنت پر مظالم توڑے تو حق اور اہل حق کی حمایت میں سینہ سپر رہے وفات سنہ ۹۹۲ھ میں پائی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ڈاکٹر صاحب موصوف ۱۸۹۶ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ایم۔ اے۔ او ہائی سکول امرتسر میں میٹرک پاس کرنے کے بعد ۱۹۱۶ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے بی۔ اے۔ اور ۱۹۳۵ء میں پیرس یونیورسٹی سے "ڈاکٹر آف لٹریچر" کی ڈگریاں حاصل کیں۔ آپ نے ایشیا اور یورپ کے بہت سے ممالک کا سفر کیا۔ ۱۹۲۶ء میں حرمین شریفین کی زیارت اور حج کے شرف سے مشرف ہوئے۔ ۱۹۲۲ء میں دہلی یونیورسٹی کے پہلے رجسٹرار مقرر ہوئے تھے۔ اور ۱۹۲۶ء تک اس پر فائز رہے۔ صوفیائے کرام کے حالات و کوائف سے شغف رکھنے اور بچپن ہی سے اوراد و وظائف کے پابند ہونے (بقیہ ص۷۳ پر)

صوفی حال مقیم کراچی نے "کشمیر" کے نام سے انگریزی زبان میں کشمیر کی جو تاریخ دو ضخیم جلدوں میں لکھی ہے اور جس کو پنجاب یونیورسٹی لاہور نے شائع کیا ہے۔ اس کی جلد دوم میں انہوں نے "مولٰنا کمال الدینؒ" کے زیر عنوان کتاب "گلزار خلیل" مؤلفہ خواجہ حسن صاحب شہری کشمیری مرحوم کے حوالہ سے مولٰنا کمال الدین صاحبؒ کو مولٰنا قاضی میر محمد علی صاحبؒ بڈشاہی کے واسطہ سے چنگیز خاں کی اولاد میں مغل ظاہر کیا ہے۔ حالانکہ مولٰنا کمال الدین صاحبؒ مولٰنا قاضی میر محمد علی صاحبؒ بڈشاہی کی اولاد میں سے نہیں بلکہ مولٰنا قاضی جمال الدین صاحبؒ بڈشاہی کی اولاد میں سے تھے۔ جن کا صدیقی النسب ہونا اوپر مولٰنا جمال الدین صاحبؒ بڈشاہی اور مولٰنا جمال الدین صاحبؒ سیالکوٹی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۲) کی وجہ سے صوفی مشہور ہو گئے تھے۔ آپ کئی انگریزی کتابوں کے مصنف ہیں (ملخص از "تاریخ اقوام کشمیر" جلد دوم صـ۱۹۱ تا صـ۱۹۵ و حاشیہ تا!) ڈاکٹر صاحب موصوف بتاریخ ۱۰ اپریل ۱۹۶۳ء فالج کے عارضہ سے کراچی میں وفات پا گئے غفر اللہ لہٗ۔ آپ کے صاحبزادے کراچی میں مقیم ہیں۔

؎ خواجہ شہری مرحوم اصل میں کشمیر کے باشندہ تھے ۱۲۹۸ھ میں امرتسر میں فوت ہو کر وہیں دفن ہوئے تھے۔ آپ نے خود اپنی تاریخ وفات یوں کہی تھی۔

جستہ تاریخ فوت خود شہری — شد ندا "رحمت خدا آمد"
۹۸ ۱۲

شہری مرحوم فارسی (نثر نظم دونوں) میں بہت بڑی قابلیت رکھتے تھے نعت و قصائد و غزلیات اور زبدۃ الاخبار و چہار درویش وغیرہ ان کی یادگار ہیں۔ باوجود تلاش بسیار کے ان کی محولہ بالا تصنیف (گلزار خلیل) مجھے نہیں مل سکی۔ مشہور ہندوستانی شاعر غالب مرحوم سے شہری صاحب کے خاص تعلقات تھے۔

کے تذکرہ میں تاریخی کتابوں کے حوالہ سے ثابت کیا جا چکا ہے۔

اصل میں اس غلطی کا منشاء یہ ہے کہ مولٰنا کمال الدین صاحبؒ سیالکوٹی کے علاوہ کشمیر میں ایک اور بزرگ "مولٰنا قاضی میر کمال الدین" نامی گذرے ہیں۔ وہ مولٰنا قاضی میر محمد علی صاحبؒ بدخشاہی کی اولاد میں سے اور حضرت مولٰنا قاضی موسیٰ شہیدؒ (متوفی ۹۹۳ھ) کے چچا تھے۔ (تاریخ اعظمی صہ ۱۲۸ تاریخ کبیر کشمیر صہ ۲۹۱) سو اگر مولٰنا قاضی میر محمد علی صاحبؒ بدخشاہی کا چنگیز خاں کی اولاد سے ہونا ثابت بھی ہو جائے تو مولٰنا قاضی میر کمال الدین صاحبؒ کو تو مغل کہا جا سکے گا کہ وہ قاضی صاحبؒ بدخشاہی کی اولاد میں سے تھے۔ لیکن مولٰنا کمال الدین صاحبؒ سیالکوٹی کو مغل ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ آپ حضرت قاضی صاحبؒ بدخشاہی کی اولاد میں سے نہیں بلکہ مولٰنا جمال الدین صاحبؒ بدخشاہی کی اولاد میں سے تھے۔ شاید اسی غلط فہمی اور التباس کو رفع کرنے کے لئے مورخ کشمیر خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری مرحوم کو یہ وضاحت کرنا پڑی کہ:-

"مولٰنا کمال الدینؒ از اولاد امجاد قاضی میر محمد علیؒ است (الیٰ آن قال) و این مولٰنا کمالؒ سوائے مولٰنا کمال الدین است کہ ذکر او در ملا جمال الدینؒ در محل خود مرقوم میشود انشاء اللہ تعالیٰ"۔

ہ "اگر" کا لفظ لکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ حضرت قاضی میر محمد علیؒ بدخشاہی کی اولاد سیادت کی دعویدار ہے (ملاحظہ ہو "تاریخ کبیر کشمیر" صہ ۲۹۱/۲۹۲) گویا ان کو بھی چنگیز خاں کی اولاد ہونے اور مغل کہلانے سے صاف انکار ہے۔

(اعظمی ص۳۸)

میرا خیال ہے کہ مولٰنا کمال الدینؒ سیالکوٹی اور مولٰنا قاضی میر کمال الدینؒ کی مشارکت اسمی کی وجہ سے خواجہ شعری مرحوم کو غلط فہمی ہوگئی ہے اور ڈاکٹر صاحب موصوف نے بھی شعری صاحب کے اعتماد پر اس غلطی کی چھان بین کئے بغیر مولٰنا کمال الدین صاحبؒ سیالکوٹی کو مغل لکھ دیا۔ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ مولٰناؒ سیالکوٹیؒ اور قاضی میر کمال الدینؒ دو مختلف شخصیتیں اور دو مختلف النسب بزرگ تھے۔ رحمہما اللہ

مولٰناؒ کا مدفن مولٰنا رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال لاہور میں ہوا اور لاہور ہی میں آپ دفن ہوئے۔ (اگرچہ مؤرخین دفن کی جگہ متعین نہیں کر سکے) جیسا کہ اس سے پہلے تاریخی کتابوں کے حوالہ سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ لیکن تمام مؤرخین کے اس متفقہ بیان کے خلاف سیالکوٹ کے ایک نوجوان رشید نیازی صاحب نے اپنی تصنیف "تاریخ سیالکوٹ" کے ص۴۲ میں حضرت مولٰناؒ کا مزار مبارک سیالکوٹ میں متصل مزار "منگا ولی" بڑی عیدگاہ کے قریب بنایا ہے۔ بلکہ ایک مزار کا فوٹو دے کر اس کو مولٰناؒ کا مزار قرار دیا ہے اور ثبوت میں مولٰنا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹیؒ کی تحقیق اور کشف قبر کے جاننے والوں کا کشف پیش کیا ہے۔ سو گذارش ہے کہ تاریخی واقعات میں کشف کو سند کا درجہ حاصل نہیں ہے۔ رہی مولٰنا محمد ابراہیم صاحب میر مرحوم و مغفور کی تحقیق۔ تو اس تحقیق کا طول وعرض (ورماخذ معلوم کئے بغیر محض اس کی بنیاد پر تمام مؤرخین کو نہیں جھٹلایا جا سکتا۔

حکیم دانا مولانا محمد رضا رحمۃ اللہ

آپ حضرت مولانا کمال الدین صاحب سیالکوٹی کے فرزند ارجمند تھے۔ علوم عقلیہ اور نقلیہ کے جامع اور تحقیق و تدقیق کے فن میں ماہر کامل تھے۔ جہانگیر بادشاہ نے ان کے کمالات کا شہرہ سنا تو ان کو اپنے دربار میں باریاب کیا۔ آپ فن مناظرہ میں بھی یکتائے روزگار اور سر آمد علماء اہل سنت تھے۔ آپ کی عمر درس و تدریس احیاء سنت اور تردید بدعات میں گذری۔ آپ "حکیم دانا" کے نام سے مشہور تھے۔

ان کی نسبت خواجہ محمد اعظم صاحب کشمیری مرحوم لکھتے ہیں:۔

(۱) "جامع علوم عقلیہ و نقلیہ بود۔ در فن تدقیق و تحقیق بدرجۂ ولایت رسیدہ۔ جہانگیر شاہ آوازۂ کمالاتش را شنیدہ باریاب مجلس خودش کردہ در وقت امتحان و معارضہ علماء شنیعہ و تخیہ سر آمد علماء اہل سنت مولانائے موصوف بود۔ بااعانت ملا حبیب اللہ[۱] علماء شیعہ را ملزم نمودہ۔ محلہ جبالہ (سرینگر) در خانۂ خود آسود" (تاریخ اعظمی ص ۱۳۲)

حاجی محی الدین صاحب مرحوم "تاریخ کبیر کشمیر" میں فرماتے ہیں:۔

---

[۱] حضرت ملا حبیب اللہ صاحب جہانگیر بادشاہ کے عہد حکومت میں محکمۂ فصل خصومات میں "میر عدل" کے عہدہ پر فائز تھے۔ تحصیل علوم کے سلسلہ میں ہندوستان کا سفر کیا۔ تکمیل کے بعد کشمیر واپس آگئے۔ عالم و فاضل اور بہترین مناظر اور انشا پرداز تھے۔ خط نستعلیق میں تو فرد یکتا تھے۔ (تاریخ کبیر کشمیر ص ۲۹۳)

(۲) "ملا محمد رضاؒ المعروف حکیم دانا فرزند ارجمند مولانا کمال الدینؒ سیالکوٹی۔ پس از تحقیق علوم ظاہر بصحبت جہانگیر بادشاہ فائز و بہرہ مند گردید و با علماء اہل تشیع باتفاق ملا حبیب اللہؒ مباحثہ و مناظرہ نمودہ بر عالمان مذہب قبیحہ در ہر جا غالب آمد و تمامی ایام زندگی در احیاء سنت سنیہ و تدریس و تعلیم طالبان حضرت فرمودہ آخر العمر دنیا را بعد کردہ در محلہ جالہ آسودہ گردید" (ص ۲۹۳)

منشی محمد الدین صاحب فوق لاہوری مرحوم لکھتے ہیں :۔

(۳) " مولانا محمد رضاؒ معروف بہ "حکیم دانا" ابن مولانا کمال الدینؒ کشمیری جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے۔ برسوں تک سیالکوٹ میں علمی مشاغل کی رونق رکھی جہانگیر بادشاہ نے آپ کی شہرت سن کر آپ کو اپنی مجلس میں باریاب کیا۔ آخر عمر میں وطن کی محبت غالب آئی اور سب کچھ ترک کر کے کشمیر چلے آئے۔

کشمیر میں جب اہل تسنن و تشیع کے مابین ایک زبردست مناظرہ و مباحثہ جہانگیر کے عہد میں ہوا تو اہل تسنن کی طرف سے آپ ہی مناظر تھے یہاں تک کہ ملا حبیب اللہ شیعہ

عـہ اس مقام پر فوق صاحب مرحوم کو مغالطہ ہو گیا ہے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

آپ نے ساکت کر دیا۔ سری نگر کے محلّہ جمالٹہ میں رہتے تھے۔ وہیں انتقال کیا ہے"

("ملک العلماء علامہ عبدالحکیم" ص ۸۰-۸۱)

خواجہ محمد اعظم صاحب نے تاریخ اعظمی کے دوسرے مقام (ص ۱۳۵) میں لکھا ہے:-

(۴) "در خدمت بادشاہ مزبور (جہانگیر) از میان اہل خطہ افضل العلماء مولنٰنا محمد رضا المشہور بہ حکیم دانا و کمالات دستگاہ مولنٰنا حبیب اللہ میر عدل از سفربان و بار یابان مجلس بادشاہ بودند۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷) ملا حبیب اللہ صاحب شیعہ نہیں تھے بلکہ اہل سنت کے جلیل القدر عالم اور شیعہ سُنّی مناظرہ میں مولنٰنا محمد رضا صاحب کے معاون و مددگار تھے۔ جیساکہ اوپر تاریخ اعظمی اور تاریخ کبیر کشمیر کی منقولہ عبارتوں میں اس کی صراحت موجود ہے۔

مولانا قاضی عبدالرحیم صاحبؒ

آپ حضرت مولانا کمال الدین صاحب سیالکوٹی رحمہ اللہ کے صاحبزادہ تھے۔ ناظم کشمیر سیف خاں (۱۰۷۵ھ) کے دورِ نظامت میں آپ کشمیر کے قاضی مقرر ہوئے تھے۔ (تاریخ اعظمی ص۱۹۶)

آپ اپنے بھائی حضرت مولانا محمد رضاؒ حکیم دانا اور حضرت مولانا ابو القاسم جمالی کے شاگرد تھے۔ تحصیلِ علوم کے بعد درس و تدریس اور افادہ و افاضہ میں مشغول ہو گئے۔ آپ کا مزار مبارک محلہ جمال الدین سری نگر میں ہے۔ (تکملہ تاریخ اعظمی ص۲۸۴)

حضرت مُلّا شیخ محمدؒ بہائیؒ

خواجہ محمد اعظم صاحبؒ کشمیری نے بارھویں صدی ہجری کے رُبع اول کے ممتاز بزرگان کشمیر کے سلسلہ میں حضرت مُلّا شیخ محمدؒ بہائیؒ[1] کا تذکرہ "مُلّا محمدؒ بائیؒ سہروردیؒ" کے عنوان سے کیا ہے" (اعظمی ۲۲۶)

اور اسی کتاب کے تکملہ صفحہ ۲۰۵ میں "بقیہ صفحہ ۲۲۶ سطر ۲ کے عنوان کے تحت حسب ذیل عبارت لکھی ہے :-

"خلیفہ حضرت بابا مجنونؒ نروری، مستقیم الاحوال، متقی و متورع عمرے بریاضت و قناعت و خانہ نشینی و تقید وظائف و اوراد گذرانیدہ متصل مسکن خود در محلہ دیدہ مر مدفون یافت "شیخ محمد <u>قطب بود</u>" تاریخ است۔
١١٣٥ھ
تکملہ کی اس عبارت کے حاشیہ پر لکھا ہے :-

"واز بابا نوراللہؒ نروری ہم نظرے داشت۔ چندے در قصبۂ سوپور ماند۔ چلہ ہا کشید عاقبت در شہر (سری نگر) آمدہ بمقام دیدہ مر برلب دریا بجہت خانہ و مسجد بنا کرد۔ متاہل شد اولاد صالح دارد کہ چند پشت قائم و دائم بر وضع آباد بودند"۔

مؤلف "تاریخ کبیر کشمیر" نے "مُلّا شیخ محمد بہائیؒ" کے زیر عنوان لکھا ہے :-

---

[1] بہائیؒ کی وجہ تسمیہ سابیان آگے ہوگا۔

"از تربیت یافتگان بابا اسمٰعیلؒ آنچاری تا ادریؒ کہ ذکرش گذشت جدانہ استحصال آداب طریقت وحقیقت در ریاضات و عبادات گوئے سبقت بر اقران خود ربود۔" (صفحہ ۲۳۵)

حضرت ملا شیخ محمدؒ بہائی (۱۱۲۵ھ) سے لے کر مولٰنا مفتی پیر غلام رسولؒ صاحب قاسمی امرتسری (۱۳۲۰ھ ۱۹۰۲ء) تک یعنی تقریباً دو سو سال کے عرصے میں اس خاندان کے جو قابل ذکر بزرگ گذرے ہیں ان سب کا تذکرہ تاریخ کبیر میں اور بعض کا ذکر اعظمی اور تذکرۃ الکاملین وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ منشی محمد الدین صاحب فوقؔ لاہوری مرحوم نے بھی اپنی مشہور کتاب "تاریخ اقوام کشمیر" جلد اول کے صفحہ ۳۵۶ سے صفحہ ۳۵۸ تک اس خاندان کے تقریباً دو سو برس کے بزرگوں کا بلکہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء کے بعد کے چند اکابر حتیٰ کہ بعض اصاغر کا بھی اجمالی تذکرہ فرمایا ہے۔ پہلے یہ تذکرہ پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد

؎ حضرت بابا صاحبؒ پہلے بالکل ان پڑھ تھے۔ اسی حالت میں آپ نے مولٰنا العلامہ خواجہ ابوالفتحؒ صاحب کلو کشمیری (متوفی ۱۱۱۰ھ) اور حضرت خواجہ حبیب اللہ صاحب للّوؒ (متوفی ۱۱۰۵ھ) کی صحبت و ارادت اختیار کی اور ان سے ظاہر و باطن کی اصلاح کرانے کے علاوہ علوم شرعیہ بھی حاصل کئے اور فقر و استغنا کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ بدعات سے کلی اجتناب فرماتے تھے۔ حضرت خواجہ حبیب اللہؒ للّو سے سند خلافت ملی۔ صاحب کشف بزرگ تھے۔ آخر جلوس عالمگیری کے زمانہ میں فوت ہو کر محلہ آنچار (حسری نگر) میں دفن ہوئے۔ (اعظمی صفحہ ۲۰۵ تاریخ کبیر صفحہ ۲۲۴)

انشاءاللہ اس کی تفصیل مختلف کتابوں کے حوالے سے عرض کی جائے گی۔

قاسمی خاندان

فوق صاحب مرحوم نے "قاسمی خاندان" کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:۔

"کشمیر کے دارالحکومت سری نگر میں ایک بزرگ حضرت شیخ محمدؒ کے نام سے گذرے ہیں۔ ان کے پانچویں فرزند شیخ اسمٰعیلؒ بہائی احمد اکدلی کے فرزند دوم شیخ قاسمؒ بہائی کی اولاد "قاسمی پیرزادگان" کے نام سے مشہور ہے۔ چنانچہ آپ کے فرزند پیر ہدایت اللہؒ اور ان کے فرزند شیخ عنایت اللہؒ "قاسمی" ہی کے نام سے مشہور رہیں۔ قاسمی خاندان کا جو مختصر سا شجرہ ہمیں ملا ہے اس میں شیخ عنایت اللہؒ

لہ ان کا ایک بھائی شیخ سعیدالدینؒ بہائیؒ کے متعلق میر سعداللہ شاہ آبادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ عارف وقت بود و مرد ولی ــ سعد بابائے احمد اکدلی۔ ابوالبرکات خان ناظم (گورنر) کشمیر ان کا عقیدتمند تھا۔ اس نے ان کے لئے دولتہ خانقاہ بنوائی تھی جو شیخ اعلم دین گورنر خالصہ کے زمانہ میں توپ کے گولوں سے شہید ہو گئی تھی۔ "بہائی" لفظ کی وجہ تسمیہ میں مختلف روایتیں بیان کی جاتی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ان سب بھائیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی اس لئے وہ "بہائی" کہلانے لگے۔ کوئی اس کو رابطہ محبت پر محمول کرتا ہے لیکن بہرحال وہ کوئی ہو اصل لفظ بھائی یا بہائی نہیں بلکہ "بوئی" ہوگا جو کشمیری زبان میں "بھائی" کا مترادف ہے بوئی سے بگڑ کر "بہائی" ہو گئی ہوگا (تاریخ اقوام کشمیر جلد اول)

قاسمی تک کو مدفون محلہ احمد اکدل سری نگر لکھا ہے۔ شیخ عنایت اللہؒ قاسمی کے دو فرزند تھے (۱) بابا پیر امیر الدینؒ قاسمی (۲) بابا پیر صدیق اللہؒ قاسمی۔ ان دونوں کا مدفن امرتسر درج ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاسمی خاندان میں سب سے پہلے یہی دونوں بھائی کشمیر سے ہجرت کر کے امرتسر آئے تھے۔ یہ خاندان کیا کشمیر اور کیا امرتسر ہر جگہ علم و فضل کے گہوارہ میں پرورش پاتا رہا ہے۔ بابا پیر صدیق اللہؒ قاسمی کے دونوں فرزند مولٰنا پیر احمد اللہ قاسمی اور منشی عبد الرحمٰن صاحب قاسمی بھی اسلاف کا نمونہ تھے۔ لیکن جو شہرت بابا پیر امیر الدینؒ قاسمی کے فرزندان مولٰنا پیر عبد العزیزؒ قاسمی، پیر عبد القدوس قاسمی اور مولٰنا مفتی پیر غلام رسولؒ قاسمی نے حاصل کی ہے۔ اس نے قاسمی خاندان کی علمی فضیلت کو چار دانگ عالم میں مشہور کر رکھا ہے۔ مفتی پیر غلام رسولؒ قاسمی کے تلامذہ میں پنجاب، کشمیر، سندھ، بنگال، افغانستان، ایران، بخارا اور بدخشاں تک کے طلباء شامل تھے۔ آپ کے ایک شاگرد مولٰنا محمد عطاء اللہؒ کشمیری، مولٰنا ہدایت اللہ خاںؒ جونپوری کے ارشاد کے مطابق ان کے بعد سیر طلبہ کو پڑھاتے رہے ہیں۔ ایک مرتبہ جب نواب سید سبحان اللہ خاں رئیس گورکھپور کو صاحب کمال مدرس عربی کی ضرورت پڑی تو انہوں نے مولٰنا ہدایت اللہ خاںؒ

ف "تاریخ کبیر کشمیر" (صفحہ ۲۶۷) کے مصنف نے بھی یہی لکھا ہے کہ سب سے پہلے اس خاندان میں سے یہی دو بزرگ امرتسر تشریف لائے تھے۔

کو اس مطلب کے لئے جونپور خط لکھا تو مولانا جونپوری نے مولانا محمد عطاء اللہ[عہ] کشمیری ہی کو وہاں بھیجا تھا۔ جہاں وہ سید سبحان اللہ خان صاحب موصوف کو پڑھاتے رہے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب عین شباب میں (۱۳۱۱ھ میں) گورکھپور ہی میں انتقال کر گئے تھے۔

حضرت مفتی غلام رسول قاسمی ۸ دسمبر ۱۹۰۲ء مطابق ۷ رمضان ۱۳۲۰ھ کو بعمر ۶۴ سال امرتسر میں رحلت فرما گئے۔ جنازہ کے ہمراہ چالیس پچاس ہزار مخلوق تھی۔ آپ کے دو فرزند ہیں (۱) پیرزادہ محمد زبیر قاسمی اور (۲) پیرزادہ محمد ہادی قاسمی۔ دونوں صاحب اولاد ہیں۔ مولانا کے برادر اکبر پیر عبد العزیز قاسمی کے دو فرزند تھے (۱) مولانا مفتی پیر غلام مصطفےٰ قاسمی جو حضرت آپ کے برادر زادہ نہیں بلکہ عزیز شاگرد بھی تھے اور اپنے محترم چچا کے انتقال کے بعد مسند افتا کو سنبھالنے کی وجہ سے آپ کے جانشین بھی تھے آپ نے بھی اپنے نامور چچا کی طرح فقہ و مسائل کی کئی کتابیں تصنیف کی تھیں۔ آپ کے دو فرزند ہیں (۱) پیرزادہ احمد حسن قاسمی اور (۲) پیرزادہ محمد بہاء الحق قاسمی جو صاحب تصانیف اور زبردست واعظ بھی ہیں۔ پیر عبد العزیز صاحب قاسمی مرحوم کے دوسرے صاحبزادہ مولانا الحاج حکیم پیر غلام محی الدین صاحب قاسمی

عہ "تاریخ اقوام کشمیر" میں سہو کاتب سے "مولانا عطاء اللہ" کی بجائے "مولانا قاسمی" لکھا ہے جو غلط ہے۔ ہم نے یہاں اس غلطی کی تصحیح کر دی ہے۔

تھے۔ جن کے حسب ذیل دو صاحبزادے شملہ فارن آفس میں ملازم ہیں۔ (۱) پیرزادہ محمد ابراہیم قاسمی (۲) پیرزادہ محمد یوسف قاسمی مولانا مفتی پیر غلام رسول قاسمی کے دوسرے بھائی پیر عبدالقدوس صاحب قاسمی کے ایک فرزند ہیں جن کا نام مولانا پیر سلام الدین قاسمی ہے۔ آپ جامع مسجد میاں محمد جان مرحوم امرتسر کے خطیب ہیں۔ پنجاب میں اس خاندان کے افراد صرف امرتسر اور شملہ[۱] ہی میں ہیں۔

سری نگر کشمیر میں اس خاندان کا نشان بہت کم ملتا ہے۔ سری نگر کے متصل موضع "ستور" میں مولوی جلال الدین صاحب واعظ ہیں، وہ قاسمی[۲] ہیں۔ پیرزادہ محمد سجادالحق قاسمی کے ننھیال کا سلسلہ حضرت بابا مسعود نروری کی اولاد سے ملتا ہے

---

[۱] تقسیم ہند کے بعد اب اس خاندان کے افراد لاہور، کراچی اور سیالکوٹ وغیرہ شہروں میں آباد ہیں۔

[۲] ملا شیخ محمد کے پوتے حضرت شیخ قاسم بہائی احمد کدل کی اولاد کو "قاسمی" کہا جاتا ہے۔ اور مولوی جلال الدین صاحب واعظ مرحوم شیخ قاسم کی اولاد سے نہیں بلکہ قلمی شجرہ کے مطابق ملا محمد عاصم ابن مولانا جمال الدین سیالکوٹی کی اولاد سے ہیں اور شیخ محمد قاسم قاضی ابوالقاسم جمالی کے واسطہ سے مولانا جمال الدین کی اولاد سے تھے۔ اس لحاظ سے مولوی جلال الدین صاحب مرحوم خاندان قاسمی کے ہم جد ضرور ہیں مگر قاسمی نہیں ہیں۔

چنانچہ ان کی والدہ (مرحومہ) کا ایک چچازاد بھائی (پیرزادہ عبدالقادر[1] شاہ نامی) محلہ زدرہ میں مسعودی خاندان سے اِس وقت موجود ہے۔"

(یہاں تک ذوقی صاحب مرحوم کا بیان ختم ہوا)

اس بیان میں ذوقی صاحب مرحوم نے لفظ "بہائی" کی جو وجہ تسمیہ نقل فرمائی ہے۔ وہ اس صورت میں منطبق ہو سکتی ہے جبکہ "بہائی" کا لقب حضرت ملا شیخ محمدؒ کے صاحبزادوں سے شروع ہوتا ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ بلکہ اس لقب کا آغاز خود حضرت شیخ محمدؒ سے ہو رہا ہے۔ البتہ سید محمد بہاء الدین صاحب نقشبندی کے نقل کردہ قلمی شجرہ میں حضرت شیخؒ کے نام کے ساتھ لفظ "بہائی" پر جو نوٹ لکھا گیا ہے اور اس میں جو وجہ تسمیہ بتائی گئی ہے۔ وہ اقرب الی الصواب معلوم ہوتی ہے نوٹ کے الفاظ یہ ہیں:-

"تعلیم یافتہ در محلہ "بہا" بخارا شریف بود وجہ تسمیۂ بہائی این است!"

مولانا محمد الدین صاحبؒ لاہوری اپنی فارسی تصنیف "روضۃ الابرار" میں حضرت مولانا مفتی غلام رسول صاحبؒ قاسمی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

---

[1] پیرزادہ عبدالقادر شاہ صاحب کا بتاریخ ۱۹ رجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۸ دسمبر ۱۹۶۱ء بروز پنجشنبہ سری نگر میں انتقال ہو گیا۔ (غفراللہ لہٗ) ان کی اولاد موجود ہے (سلمہم اللہ)

۳۱) "از اولادِ بابا اسمٰعیلؒ سہروردی است کہ بہ "بہلتی" شہرت داشت و صاحبِ کرامات بود و از اہلِ دنیا اجتناب بسیار می نمود۔ گویند کہ ابوالبرکات خان اعتقادِ بسیار داشت مگر بابائے موصوفؒ ملاقاتش نمی کرد۔ بنابریں بر پسرِ خود بابا سعدیؒ ہم ناز امش شد۔ اولادش صاحبِ کمال بوده اند۔ و بعد ازاں مقبرہ اش ابوالبرکات خاں تعمیر کنانید۔ و اورا "بہائی صاحب" ازاں می گفتند کہ وے و دگر شش مردان باہم عقدِ مواخات بستہ در عبادت و ریاضت مشغول شدند و ہمگناں بزیارت آنحضرتؐ یکبارگی ممتاز گشتند۔"

(روضۃالابرار صـ۵۲ کا حاشیہ)

حضرت شیخ اسمٰعیلؒ بہائی احمد اکدلی

آپ حضرت ملا شیخ محمدؒ بہائی موصوف کے صاحبزادہ اور حضرت خواجہ عبد الاحدؒ[1] نبیرہ حضرت مجدد الف ثانیؒ سے مجاز تھے۔ سری نگر کشمیر کے محلہ احمد اکدل میں آپ کی سکونت تھی۔ اس لئے "احمد اکدلی" کی نسبت سے شہرت پائی۔ "بہائی" کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ حضرت شیخ محمدؒ بہائی کے صاحبزادہ تھے۔ اور یہ نسبت کچھ عرصہ تک آپ کی اولاد میں جاری رہی۔ صاحب تاریخ اعظمی نے صفحہ ۲۲۶ میں آپ کا نام بزرگان کشمیر کے سلسلہ میں لیا ہے۔ اور "بہائی" کے بجائے "بائی" لکھا ہے۔ لیکن مولف "تاریخ کبیر کشمیر" نے آپ کا تعارف قدرے تفصیل کے ساتھ کرایا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:-

(۱) "شیخ اسمٰعیلؒ بہائی خلف و خلیفہ ملا محمدؒ بہائی۔ پس از اکتساب علم ظاہری و باطنی بتوفیق حضرت باری در عنفوانِ جوانیش ذوقے پدید آمد پس چوں خواجہ عبد الاحد سرہندی رونق افروز کشمیر شدند از خدمت ایشاں ہم تعلیم و تربیت سلوک بہرہ مند گردید

۱؎ حضرت خواجہ صاحبؒ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے پوتے یعنی عارف الرحمۃ حضرت خواجہ محمد سعید صاحب رحمہ اللہ کے صاحبزادہ تھے۔ آپ کا مزار مبارک سرہند میں حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب قدس سرہ کی مسجد کی شرقی جانب میں واقع ہے۔ سن وفات ۱۱۲۶ھ ہے۔

و باہجا حضرت خواجۂ موصوفؒ در ریاضاتِ شاقہ اشتغال ورزید۔ و ہم در رکاب حضرت خواجہؒ بہ سرہند رفت و مدتے در خدمت آں جناب دراں سواد بسر برد۔ و اجازت نامۂ طریقت حاصل کردہ باز آمد۔ چوں وارد وطن اصلی گردید در مسجد محلہ خود بنشستہ ترک دنیا و لذاتِ دنیا نمود پس از ادائے نماز صبح حلقۂ سکوت می فرمود و دراں حلقہ طالبان حاضر آمدندے و با شیخ محمد فاضلؒ زونیمری ارتباط قلبی داشت چوں از دنیا رحلت نمود در محلہ احمد اکدل آسودہ شدہ مرقدش مشہور و معروف است۔

برادرانِ شیخ موصوفؒ و شیخ موصوف را چہار برادر دیگر بودہ اند من جملہ آنہا شیخ عبدالرحیمؒ که بہ طرف "بوٹہ کدل" از مقبرۂ شیخ اسمٰعیلؒ تقریباً پاؤ میل بعید مدفون است۔ و برادر دومش شیخ شادیؒ

سه حضرت شیخ محمد فاضلؒ سری نگر کے محلہ "زونیمر" کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی شیخ محمد موسیٰ بن شیخ محمد غازی تھا۔ آپ اپنے چچا حضرت شیخ محمد یعقوبؒ "چھچہ بلی" کے خلیفہ تھے۔ اور شیخ محمد یعقوبؒ شیخ محمد پارساؒ کے خلیفہ تھے۔ اور شیخ محمد پارساؒ کو حضرت بابا داؤدؒ خاکی سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ (تاریخ اعظمی صفحہ ۲۶۲) آپ نہایت عابد و مرتاض، قلیل الطعام اور قلیل المنام بزرگ تھے۔ دہم ماہ محرم ۱۱۵۰ھ میں وفات پائی اور محلہ "زونیمر" میں دفن ہوئے۔ ذوالکمالات شیخ اند سر سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔
۱۱۵۰ھ

بابا علہ در محلہ "وچار ناگ" آسودہ است و برادر سومش شیخ عنایت اللہ کہ در باغبانپورہ (کشمیر) مقبور است و شیخ حسن بابا در درون قلعہ شاہی بر دامن "کوہ ماراں" مدفون و آسودہ است" (ص۲۲۳)

حضرت شیخ اسمٰعیل بہائی کی نسبت کشمیر کے مشہور مورخ میر سعد اللہ خاں شاہ آبادی علہ نے اپنی منظوم تاریخ کشمیر میں لکھا ہے :-

نیز زد ہست شیخ اسمٰعیل ، مرد مارا براو ماست دلیل

(منقول از "الالہام الصحیح" حاشیہ ص۳)

مولانا محمد الدین لاہوری مرحوم نے بھی اپنی فارسی کتاب "روضۃ الابرار" ص۵۲ کے حاشیہ پر آپ کا ذکر کیا ہے اصل عبارت اس سے قبل قاضی خاندان کے زیر عنوان نقل کی جا چکی ہے۔

علہ آپ کا اصل نام سعید الدین تھا لیکن شادی بابا کے عرف سے مشہور ہو گئے۔

علہ میر سعد اللہ خاں شاہ آبادی کشمیری حضرت بابا لقا شاہ آبادی کے مُرید تھے۔ عربی فارسی زبانوں میں صاحب کمالات تھے۔ بہت سی تصانیف مثلاً منظوم تاریخ کشمیر "نعت النبی" (صلی اللہ علیہ وسلم) "گل و بلبل" (در تصوف) اور تفسیر قرآن مجید کے مصنف تھے۔ بے شمار نعتیں اور غزلیں فارسی زبان میں لکھی ہیں۔ موضع منڈاہ پرگنہ شاہ آباد کشمیر میں آپ کا مزار ہے (تاریخ کبیر کشمیر ص۱۷۹)

اور حضرت بابا لقا شاہ آبادی سادات کولاب اور حضرت امیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ کی اولاد سے تھے۔ آپ حضرت شیخ عبد الوہاب متقی لاہوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت بابا کی وفات ۱۱۳۶ھ میں ہوئی۔ اور محلہ "بوزہ گراں" سری نگر میں مدفون ہوئے۔

(تکملہ اعظمی ص۲۲۷)

حضرت شیخ سعیدؒ بہائی عرف سعد بابائے احمد اکدلی

آپ حضرت شیخ اسمٰعیلؒ بہائی احمد اکدلی رحمہ اللہ کے صاحبزادہ تھے۔ مؤلف "تاریخ کبیر کشمیر" اپنی کتاب مذکور کے صفحہ ۲۴۴ میں "شیخ سعیدؒ بہائی" کے زیر عنوان لکھتے ہیں :-

" فرزند دلبند شیخ اسمٰعیلؒ بہائی است۔ در اوائل از خدمت والد ماجد خود مستفید گردید و پس از ارتحال وے در خدمت شیخ عبد اللطیفؒ عــہ کول مرید شد و طئی منازل سلوک

عــہ آپ حضرت شیخ فیض اللہؒ زرگر کے خلفاء میں سے تھے۔ صاحب حال۔ توجہد نفس، اور قادری مشرب اور صاحب کشف بزرگ تھے (اعظمی ص ۲۴۶ کبیر ۲۴۴) اور شیخ فیض اللہؒ زرگر کی نسبت تاریخ اعظمی میں ہے :-

" بظاہر بحرفۂ خود می گذرانید در ایام نزدلِ رایاتِ عالمگیریؒ درکشمیر کار زرگری برائے کسی دکوی فاضل خاں میر سامان می کرد انہ انجا شخصے داقف صلاح او شدہ نشان بخدمت خواجہ عبد اللہؒ قادری کہ بعنوان منصب داری ہمراہ لشکر می گذرانید دادہ موی الیہ تا اقامت بادشاہ دریں شہر ملازمت درخدمت ایں عزیز می فرمود وفرا خور استعداد فوائد حاصل نمود وقت معاودت بادشاہ ہمراہ مرشد شد واز عرض راہ رخصت وطن یافت و در مقام " انزوا " آمد و اشغال و اطوار طریقت ازاں (بقیہ ص۹۲ پر)

نحوه پدر جۂ عالیہ واصل گردید تمامی عمر عزیز در یادِ الٰہی مصروف ساختہ، پُر از سوز و گداز و آہ و نالہ می بود چوں انتقال نمود در جوارِ پدرِ خود در محلۂ احمد اکدل اندفن یافت میر سعد اللہ شاہ آبادی در شانِ وے گفتہ ؎

سعدؒ باباے احمد اکدلی — عارفِ وقت بود و مرد ولی

گویند کہ ابوالبرکات خاںؒ نسبت الشاں راسخ الاعتقاد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۱) عزید یافتہ استقامت نمود حتٰی لاح علیہ آثر التوحید و تعلق با موسی سکریہ بسیار از شیخؒ سرزد باوجود آں اجرائے طریقہ کرد و مردم را فیض رسانید و جمعے از خدمتش مستفید شدند۔

(۱۵۸) اور تاریخ کبیر کے ص ۲۳ میں شیخ فیض اللہ کے متعلق لکھا ہے :۔

"شخصے بر حالِ وے مطلع گردید بخدمت خواجہ عبداللہ قادری کہ ہمراہ "اردوئے معلی" (لشکر) آمدہ بود اُو را رہنموئی فرمود ببین شیخ در خدمت و مجالست خواجہؒ کمر ہمت بربستہ آداب سلوک از خدمت خواجہؒ آموخت و ہم ہمراہِ آں جناب بسفرِ ہند نہضت کرد، باز بوطن خود آمدہ در تربیت و تعلیم طالبانِ تقرب خدا کوشید پس چوں رحلت فرمود زیر دامن "کوہ ماران" آسود۔"

ع نواب ابوالبرکات خاں کشمیر کے گورنر اور مولانا قاضی میر علیؒ بدشاہی کی اولاد میں سے تھے۔ جن کی وفات ۱۱۵۸ھ میں ہوئی۔

بود و خانقاہ دو طبقی در محلہ مذکور متصل مقبرۂ ایشان بناساختہ بود پس درختاں - شیخ امام الدین (متوفی مارچ ۱۸۵۹ء) کہ ہمراہ سنگکاں نمودہ است از گولہ ہائے توپ ہا آں خانقاہ بدرجہ شہادت رسید - الحال ازاں آثارے و علامتے نماندہ بلکہ نسیاً منسیاً گردید۔"

منشی محمد الدین صاحب فوق لاہوری مرحوم نے "تاریخ اقوام کشمیر" جلد اول میں "قاسمی خاندان" کے عنوان کے تحت حضرت شیخ سعید بہائی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :-

"ابوالبرکات خاں ناظم کشمیر ان کا معتقد تھا۔ اس لئے ان کے لئے دو منزلہ خانقاہ بنوائی تھی۔ جو شیخ امام الدین (گورنر خالصہ) کے زمانہ میں توپ کے گولوں سے شہید ہو گئی۔"

نوٹ: قلمی شجرہ میں جو اس کتاب کے شروع میں دیا گیا ہے حضرت شیخ سعید بہائی کی اولاد در اولاد در اولاد کے بارہ افراد کے نام دیئے گئے ہیں۔ ہر نام کے ساتھ "بہائی" لکھا ہے۔ ان کی نسبت معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کہاں رہتے تھے ؟ اور ان کی نسل آگے چلی یا نہیں ؟ (واللہ اعلم عند اللہ)

حضرت شیخ قاسم بہائی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ حضرت شیخ اسمٰعیل بہائیؒ احمد اکدلی موصوف کے دوسرے فرزند ارجمند تھے۔ پرہیزگاری اور زہد و تقویٰ میں کامل تھے آپ نے حضرت شیخ صالح خاں غزنیؒ "خانیار" رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی تھی۔ ستّر یا ستّر سال سے زیادہ عمر پا کر فوت ہوئے اور محلہ احمد اکدل میں دفن کیے گئے۔ آپ کا ذکر "تاریخ اعظمی" میں بھی ہے۔ اور تاریخ کبیر کشمیر" میں بھی اور "تذکرۃ الکاملین" میں بھی۔ لیکن "تاریخ اعظمی" میں آپ کا اسمِ گرامی "میر قاسم احمد اکدلی" اور "تاریخ کبیر کشمیر" میں اور "تذکرۃ الکاملین" میں "شیخ قاسم بہائی اکدلی" لکھا ہے۔ اعظمی میں "میر" کا لفظ کتابت کی غلطی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ تینوں کتابوں میں حضرت شیخ قاسمؒ کا جو مختصر تذکرہ ملتا ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ ان میں ایک ہی شخصیت کا تعارف

عہ آپ حضرت بابا العیبؒ غازی (متوفی ۱۰۲۷ھ) کے مرید تھے۔ بارہ برس تک مجذوبیت کی کیفیت طاری رہی۔ بارہ برس کے بعد راہِ سلوک پر گامزن ہوگئے۔ عبادات و ریاضات اور اتباعِ شریعت میں کامل ہوئے۔ ۱۰۶۹ھ میں وفات پائی۔ اور اپنے گاؤں میں جو انہیں کے نام سے موسوم ہے دفن ہوئے۔ (کبیر ص ۲۳)

کرایا جا رہا ہے۔ کتابت کی غلطی سے دو شخصیتوں کے وجود پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ تاریخ اعظمی اور تاریخ کبیر کے اصل الفاظ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں تاکہ حقیقت حال پورے طور پر قارئین کرام کے ذہن نشین ہو سکے۔

تاریخ اعظمی کے الفاظ

"میر قاسم احمد اکدل۔ عزیزے عمر زیادہ بر صد سال عمر یافتہ از صحبت داران صالح خان جیو واقران الیشان بود۔ و عمرے بآراستگی و توکل بسر بردہ۔"

(صفحہ ۲۶۲)

تاریخ کبیر کشمیر کے الفاظ

"شیخ قاسم بہائی فرزند شیخ اسمٰعیل بہائی احمد اکدلی است۔ در ورع و زہد و تقویٰ کامل و عامل بود با صالح خان کہ بہ "خانکاہ" صاحب معروف است بعیت کردہ و صد سال عمر گذرانیدہ در احمد اکدل آسودہ" (ص ۲۲۶)

"لباب التواریخ"، "وقائع کشمیر" اور "تذکرۃ السلاطین" وغیرہ تاریخی کتابوں میں تصریح موجود ہے کہ مولانا کمال الدین سیالکوٹیؒ، مولانا جمال الدین سیالکوٹی اور شیخ محمد قاسم بہائی ابن شیخ اسمٰعیل بہائی ابن شیخ محمد بہائی احمد اکدلی تمام حضرات رحمہم اللہ حضرت مولانا جمال الدین بڈشاہیؒ ہی کی اولاد سے تھے۔ (اصل عبارات مولانا جمال الدین سیالکوٹیؒ کے تذکرہ میں ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت شیخ قاسم رحمہ اللہ کا سن وفات معلوم نہیں ہو سکا۔ البتہ تاریخ اعظمی میں حضرت کا ذکر ان بزرگوں کے سلسلہ میں کیا گیا ہے جو بارہویں صدی ہجری کے وسط یا آخر میں واصل بحق ہوئے۔ مثلاً حضرت موصوف سے پہلے میر محمد اسمٰعیل بخاری ہمدانی کا ذکر ہے۔ جن کا سن وفات ۱۱۵۳ھ بتایا گیا ہے۔ اور حضرت قاسم کے بعد شیخ عبدالغنی لنگر کا تذکرہ موجود ہے۔ اور ان کی وفات ۱۱۷۰ھ کے کچھ بعد بتائی گئی ہے۔ اسی طرح "تاریخ کبیر کشمیر" میں حضرت کے ذکر سے پہلے شیخ رحمت اللہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن کی وفات ۱۱۶۳ھ ظاہر کی گئی ہے۔ اس پر قیاس کر کے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت شیخ قاسم کا انتقال بارہویں صدی ہجری کے وسط میں ہوا ہو گا (واللہ اعلم)

قاسمی خاندان انہیں حضرت قاسم کی طرف منسوب ہے۔ اور یہ نسبت بحمد اللہ اب تک قائم ہے اور آئندہ بھی جب تک حق تعالیٰ کو منظور ہو گا قائم رہے گی۔

حضرت بابا ہدایت اللہ قاسمیؒ

آپ اپنے والدِ ماجد شیخ قاسمؒ بہائی احمد الکدلی کے مُرید تھے۔ صاحب تاریخ کبیر کشمیر نے لکھا ہے کہ آپ صاحب اسرار اور صاحب ایثار بزرگ تھے۔ فوت ہو کر اپنے جدِّ بزرگوار کے مقبرہ میں محوِ استراحت ہیں۔ (تاریخ کبیر صفحہ ۲۵۳) سنِ وفات معلوم نہیں ہو سکا۔

حضرت مولٰنا عنایت اللہ قاسمیؒ

آپ حضرت بابا ہدایت اللہؒ قاسمی کے فرزند تھے۔ اپنے زمانہ کے عالم باعمل اور فاضلِ اکمل تھے۔ رحمتِ حق سے پیوستہ ہونے کے بعد اپنے آباؤ اجداد کے مقبرہ میں مدفون ہوئے (" تاریخ کبیر کشمیر " صفحہ ۲۵۵)

حضرت بابا پیر امیر الدینؒ قاسمی و حضرت پیر صدیق اللہؒ قاسمی

یہ دونوں حقیقی بھائی حضرت مولٰنا عنایت اللہؒ قاسمی موصوف کے صاحبزادے تھے۔ صلاح و رُشد اور اعمالِ صالحہ سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ خاندانِ قاسمی میں سے پہلے پہل یہی دو بزرگ کشمیر سے ہجرت کر کے امرتسر تشریف لائے تھے اور پھر وہیں کے ہو گئے۔ یہ دونوں بھائی ایک ہی سال

یعنی سنہ ۱۲۸۰ھ میں فوت ہو کر قبرستان بلالا بیرون دروازہ حکیماں زالا امرتسر میں مدفون ہوئے (تاریخ کبیر کشمیر" ص ۲۶۷) تاریخ کبیر میں ان دونوں بزرگوں کا سن وفات "ہزار و دو صد و ہشت" لکھا ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ "ہشت" سہو کتابت کا نتیجہ ہے "ہشتاد" چاہیے تھا (واللہ اعلم وعلمہ اتم)

حضرت پیر امیر الدین قاسمی کی اولاد

حضرت بابا پیر امیر الدین صاحبؒ قاسمی کے تین صاحبزادے تھے:۔

(۱) حضرت پیر عبد العزیز صاحبؒ قاسمی (۲) حضرت پیر عبد القدوس صاحبؒ قاسمی (۳) حضرت مفتی پیر غلام رسول صاحبؒ قاسمی۔

منشی محمد الدین صاحب فوق مرحوم نے ان تینوں بھائیوں کے متعلق اپنی کتاب "تاریخ اقوام کشمیر" جلد اول میں لکھا ہے:۔

"قاسمی خاندان کیا کشمیر کیا امرتسر ہر جگہ علم و فضل کے گہوارہ میں پرورش پاتا رہا ہے (تا) لیکن جو شہرت بابا امیر الدین قاسمی کے فرزندان مولانا پیر عبد العزیزؒ قاسمی، مولانا مفتی پیر غلام رسولؒ قاسمی اور پیر عبد القدوسؒ قاسمی نے حاصل کی ہے۔ اس نے خاندان کی علمی فضیلت کو چار دانگ عالم میں مشہور کر رکھا ہے۔"

"تاریخ کبیر کشمیر" کے حوالہ سے تینوں بزرگ بھائیوں کا مختصر تذکرہ حسب ذیل ہے:۔

حضرت پیر عبدالعزیز صاحبؒ قاسمی

آپ کی نسبت تاریخ کبیر صفحہ ۲۰۴ میں ہے :-

"پیر عبدالعزیزؒ قاسمی بن پیر امیر الدینؒ قاسمی مذکور - پس از تحصیل علم ضروری با حاجی الہٰی بخش صاحبؒ کہ مرید شیخ عبدالہادیؒ عرف "شاہ نادار" بود بیعت نمودہ در طریقۂ نقشبندیہ داخل گردید در ریاضات و عبادات معہودہ پیشۂ خود ساختہ بود در سال سنہ ہزار و دو صد و نود و نہ (۱۲۹۹ھ) شربت اجل چشیدہ در امرتسر در جنب والد خود آسود۔"

حضرت پیر عبدالقدوس صاحبؒ قاسمی

آپ کے متعلق تاریخ مذکور کے مؤلف نے لکھا ہے :-

" فرزند دوم پیر امیر الدینؒ قاسمی موصوف، مرید حضرت حاجی الہٰی بخشؒ بود۔ مدام در مراقبہ و ضبط اوقات در اوراد و وظائف و اذکار مشاغل بود۔ در سن ہزار و سہ صد و شش (۱۳۰۶ھ) رحلت کردہ در قبرستان "بلاکا" محوطۂ پدر خود در شہر امرتسر آسود۔"

حضرت مولانا مفتی پیر غلام رسول صاحب قاسمیؒ

آپ حضرت پیر امیر الدین صاحب قاسمی موصوف رحمہ اللہ کے سب سے چھوٹے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کا تعارف "تاریخ کبیر کشمیر" کے لائق مصنف نے "تذکرۂ علمائے ربانی و فضلائے حقانی" کے عنوان کے تحت سب سے آخر میں بایں الفاظ کرایا ہے:۔

(۱) "مولانا ابو زبیر غلام رسولؒ شہید مفتی امرتسر فرزند اصغر پیر امیر الدینؒ صاحب قاسمی موصوف۔ ولادت شاں در امرتسر۔ اکتساب علوم نقلیہ و عقلیہ از علماء و فضلاء متبحر مثل مولوی قطب الدینؒ کشمیری آباءً و سیالکوٹی مولداً و مولوی عبد القدوس پاندانی مفتی کشمیر و مولوی حبیب اللہ الکشمیری آباءً و اپشاوری مولداً ثم الامرتسری مسکناً و مدفناً وغیرہم من الاحناف نمودہ کتب ابتدائی از اولین و متوسط و اعلیٰ از اخیر الذکر وغیرہ خوانده و سند علوم بتمامہا از مولوی ابوالحسنات عبد الحی لکھنوی گرفتہ در وقت اکتساب و بعد تحصیل بیشی تمام در درس و تدریس مشغول گردیدہ۔ غرض کہ مدت دراز چناں در افادہ و افاضہ بر مردماں کشادہ کہ نظیر آں متحقق نہ۔ بباعث درس و تدریس کثیر در فضل و دقت نظر از فضلاء گوئے سبقت بردہ چنانچہ کمال و فضل آں یگانہ از تالیفات شاں مثل "الالہامؔ

عہ اس کفر شکن کتاب کی وجہ سے حضرت مولانا قاسمی رحمہ اللہ (بقیہ ۱۰۱ پر)

الصحیح فی اثبات حیاۃ المسیح" و "تحقیق المرام فی منع القراءة
خلف الامام" و رسالہ در بحث "امتناع و امکانِ نظیر"
وغیرہ ظاہر است و اعتماداً بر کمال و فضل و تقوی آں
بے عدیل استفتاہا از اطراف و دور و دراز می آمدند.
و ہر یکے را باوجودِ قلت فرصت بجواب باصواب مسرور
می فرمودند۔ حاصل کلام کہ مردے در علم و تواضع و تورّع
لاثانی بود۔ و بیعت در دست خواجہ دین محمد صاحب معروف
بحضرت ملا صاحبؒ فرزند و جانشین خواجہ نور محمد صاحب
معروف بہ "باباجی صاحبؒ تیراہی چوہڑوی" نمودہ
و بمراقبات و ذکر و فکر مشغول می بود آخر مرشد بزرگوارش
اجازت نامہ در جمیع طرقِ فقر عنایت نمودہ و مرجعِ خاص
و عام گردید و آخر بعارضۂ طاعون علیل شدہ بتاریخ ہفتم ماہ
رمضان المبارک سنہ ۱۳۲۰ھ ہزار و سہ صد و بیست ہجری شصت
و سہ سال (۶۳) صدائے ارجعی شنیدہ جان بحق تسلیم
نمود در مقبرۂ "بولاکا" بیرون شہر امرتسر بطرف شرق مدفون گردیدہ اند.

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۰) کی ذات بابرکات مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کی بدزبانی کا نشانہ
بنی رہی۔ چنانچہ مرزا جی نے انجام آتھم اور حقیقۃ الوحی وغیرہ تصانیف میں حضرت مفتی صاحبؒ کو دل
کھول کر کوسا ہے۔ "الالہام الصحیح" کے جواب میں مرزا جی نے عربی میں ایک رسالہ "اتمام الحجۃ" نامی
بھی شائع کیا تھا لیکن وہ جواب ایسا ہے جیسے کوئی شخص لاجواب ہو کر مخالف کا منہ چڑا رہا ہو۔

مولانا محمد الدین صاحبؒ سابق پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور (متوفی ۱۸۹۸ء) اپنی فارسی کتاب "مختصر تاریخ کشمیر" مطبوعہ لاہور سنہ ۱۳۰۱ھ کے صفحہ ۱۴۱ پر حضرت بابا محمد مقصود مخدومیؒ (متوفی سنہ ۱۱۶۳ھ) کے تذکرہ میں حاشیہ پر لکھتے ہیں:-

(۲) "منسوب بمخدوم حمزہ کشمیریؒ است۔ و مشفق ما عالم باعمل و فاضلِ اکمل مولوی بابا غلام رسول امرتسری ہم مخدومی است"

مولانا محمد الدین صاحبؒ نے اس عبارت میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب قاسمیؒ کو جو مخدومی لکھا ہے۔ تو یہ نسب کے اعتبار سے نہیں بلکہ نسبتِ طریقت کے لحاظ سے ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا قاسمیؒ کسی مخدومی بزرگ سے بھی مجاز ہوں گے۔ مولانا قاسمیؒ کے نسب کے متعلق خود مولانا محمد الدین موصوفؒ نے اپنی دوسری فارسی کتاب "روضۃ الابرار" مطبوعہ جہلم سنہ ۱۳۰۱ھ کے صفحہ ۵۲ میں حضرت مولانا خواجہ محمد نو پیگر و کشمیریؒ (جو عہد شاہ جہانی کے اواخر اور عہد عالمگیر کے اوائل میں کشمیر کے فضلاء میں سے تھے) کے تذکرہ کے سلسلہ میں حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے:-

(۳) "و حقیقی مولوی بابا غلام رسول امرتسری از اولادِ بابا اسمٰعیلؒ سہروردی است کہ بہ "بہائی" شہرت داشت و صاحبِ کرامات بود"۔ انتہی

حضرت مولانا مفتی صاحب قاسمی موصوفؒ کے متعلق آپ کے ایک

شاگرد مولانا عبدالعزیز صاحب امرتسری مرحوم نے "تحقیق المرام فی منع القرأۃ خلف الامام" طبع اوّل مطبوعہ ۱۲۹۶ھ صفحہ ۳۴ کے حاشیہ پر لکھا ہے:-

(۳) "مؤلف (مفتی صاحب موصوف) از اولاد حضرت بابا امیر الدینؒ و اوشاں از اولاد امجاد بابا محمد عنایت اللہؒ ابن مولانا محمد ہدایت اللہؒ ابن بابا محمد قاسمؒ ابن صاحب کرامات و عالی مقامات حضرت محمد اسمٰعیلؒ سہروردی احمد اکملی است و نام نامی ایشاں در تاریخ اعظمی نیز مندرج است"۔

تاریخ کبیر کشمیر اور مختصر تاریخ کشمیر اور روضۃ الابرار کے اس مختصر تعارف کی تفصیل آپ کو اس مقالہ سے معلوم ہوگی جو حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری کی طرف سے ماہنامہ "فیض الاسلام" راولپنڈی مجریہ ماہ رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ مطابق مارچ ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا تھا اور جسے مناسب ترمیم اور اضافہ کے ساتھ ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے:-

"صاحب تذکرہ مولانا مفتی پیر غلام رسول صاحب قاسمیؒ امرتسر ہی میں پیدا ہوئے۔ اور ابھی بچے ہی تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے اپنی والدہ ماجدہ (جو بڑی صالحہ عابدہ اور خدا پرست خاتون تھیں) اور برادر بزرگ مولانا عبدالعزیز قاسمیؒ (متوفی ۱۲۹۹ھ) کے سایہ عاطفت اور نگرانی میں پرورش و تربیت پائی۔ قرآن مجید اور فارسی کی کتابیں اپنے برادر اکبر موصوف سے پڑھیں۔ اس کے بعد اپنی والدہ محترمہ کے ہمراہ اقارب سے

ملاقات کے لئے کشمیر جانا ہوا تو وہاں قریباً تین سال تک اقامت پذیر رہے اس دوران میں کشمیر کے مشہور علماء مولانا مفتی عزیز الدین صاحب متوفی ۱۳۱۴ھ اور مولانا مفتی عبدالقدوس صاحب پاندانی متوفی ۱۲۸۴ھ سے کتابیں پڑھیں (پاندان سری نگر کا ایک محلہ ہے)

واپسی امرتسر سلسلہ تعلیم یہاں تک پہنچا تھا کہ امرتسر واپس تشریف لے آئے اور یہاں حضرت مولانا قطب الدین صاحب رح سے کچھ عرصہ تک پڑھتے رہے۔ اس کے بعد حضرت مولانا قاری عبدالعلی صاحب رح سے استفادہ کیا۔ ان ہی دنوں حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب پشاور سے آکر امرتسر میں مقیم ہو گئے۔ تو آپ نے ان سے بھی پڑھنا شروع کر دیا تکمیل تعلیم کے بعد سند حاصل کی۔

علمی خدمات آپ کے اکثر اوقات درس و تدریس، مطالعہ اور فتوے نویسی میں گذرتے تھے۔ قدرت کی طرف سے اعلیٰ درجہ کی قوت حافظہ عطا ہوئی تھی۔ ذہانت و فطانت میں یکتائے روزگار تھے۔ حقائق و معارف کا استحضار بے مثال تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ تفسیر قرآن، حدیث، فقہ، اصول حدیث، اصول فقہ، منطق، فلسفہ، صرف و نحو، معانی و بلاغت، ہیئات و ہندسہ، تصوف و طب۔ غرض تمام علوم و فنون کی کتابیں نہایت بے تکلفی اور خوبی و عمدگی سے پڑھاتے تھے بالخصوص علم منطق پر آپ کو کامل عبور تھا۔

روایت حسن حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری ثم لاہوری رحمۃ اللہ

(متوفی سنہ ۱۳۸۰ھ سنہ ۱۹۶۱ء) راوی ہیں کہ ان کے استاذ مولانا محمد معصوم صاحب ہزاروی جو حضرت علامہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ "منطق پڑھنے کو تمام علماء پڑھتے ہیں لیکن قوانین شریعت کے بابت اسے استعمال کرنا مولانا غلام رسول قاسمی امرتسری ہی کا حق ہے۔"

حضرت مولانا محمد معصوم کے اس ارشاد کی صداقت، مولانا غلام رسول قاسمیؒ کی تصنیف "الالہام الصحیح فی اثبات حیاۃ المسیح" کے مطالعہ سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ غرض حضرت مفتی صاحبؒ قاسمی کی زندگی کا بیشتر حصہ علوم و فنون کے پڑھنے پڑھانے میں صرف ہوا۔ روزانہ بیس پچیس اسباق طلبا کو مسجد میاں محمد جان مرحوم میں بغیر کسی تنخواہ اور معاوضے کے پڑھاتے تھے۔ اس للّٰہیت اور شغف کا یہ اثر تھا کہ متحدہ ہندوستان کے تقریباً تمام صوبوں کے علاوہ بیرون ہند ایران، افغانستان، بدخشاں اور بخارا تک کے طلبا کھنچے چلے آتے اور حضرتؒ سے فیض یاب ہوتے تھے۔

علم کا احترام طلبا سے شفقت و محبت کا برتاؤ فرماتے۔ لیکن اگر کسی طالب علم میں گستاخی پاتے تو اسے سزا بھی دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک طالب علم کو دیکھا کہ سر کے نیچے کتاب رکھ کر لیٹا ہوا ہے۔ تو حضرت مفتی صاحبؒ علم کی اس تحقیر کو برداشت نہ کر سکے۔ چنانچہ اس طالب علم کو جسمانی سزا بھی دی اور تنبیہ بھی کی۔

فتوے نویسی درس و تدریس کے علاوہ فتوے نویسی کا کام بھی آپ کو بہت

زیادہ کرنا پڑتا تھا۔ ہند اور بیرونِ ہند سے جس قدر استفتا آتے۔ آپ اپنے دستِ مبارک سے سب کا جواب خود تحریر فرماتے۔ فتویٰ نویسی میں آپ کو کمال حاصل تھا۔

ایک اہم رائے

حضرت شیخ المشائخ میاں علی محمد صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین بسی لہ (ہوشیار پور) مقیم حال پاکپتن جو علوم ظاہری و باطنی میں باکمال بزرگ ہیں امرتسر میں ہمارے غریب خانے پر قیام فرماتھے۔ تو کسی بات پر علمائے امرتسر کے متعلق گفتگو شروع ہوگئی۔ تو حضرت میاں صاحب نے فرمایا۔

"امرتسر میں جیسے باکمال مفتی مولنا غلام رسول صاحبؒ ہو گذرے ہیں ان کی نظیر نہیں" (بلفظہ لقدیر حافظہ)

خطابت

آپ ہر جمعہ کو مسجد خان بہادر میاں محمد جان مرحوم میں خطبہ دیتے تھے۔ وعظ میں اصلاح عقائد و اعمال پر زور دیتے تھے۔ پیشہ ور واعظوں کی طرح عوام کو خوش کرنا مقصود نہ تھا۔ بلکہ آپ کا وعظ مصلحانہ اور عالمانہ ہوتا تھا۔

مولنا عبد الحیٔ کی سند

آپ کے علمی مرتبے کا اندازہ کرنے کے لئے یہ واقعہ بہت کافی ہے کہ حضرت علامہ مولنا عبد الحی صاحب لکھنوی فرنگی محلیؒ نے آپ کی علمی قابلیت پر خوش ہو کر آپ کو تمام علوم کی سند ارسال فرمائی تھی۔ باوجودیکہ آپ نے علامہ موصوفؒ کو نہ دیکھا اور نہ ان سے کچھ پڑھا۔ علامہ

لکھنوی کی وفات ۱۳۰۴ھ میں ہوئی تھی۔

بیعت آپ حضرت خواجہ دین محمد صاحب عرف حضرت ملّا صاحب چید دہی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۲۵ھ فرزند ارجمند حضرت خواجہ نور محمد صاحب عرف باباجی صاحب تیراہی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۸۶ھ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو گئے۔ اور آپ کو جملہ سلاسل صوفیہ کی اجازت اور سندِ خلافت عطا ہوئی۔

تصانیف مذکورہ بالا مشاغل بجائے خود بہت کافی تھے۔ لیکن مولانا قاسمی ایک عالی ہمت اور باعزم انسان تھے۔ اسی پر قناعت نہ کی۔ بلکہ تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ تاکہ دین کی خدمت کا کوئی گوشہ بھی خالی نہ رہے۔ چنانچہ آپ نے حسب ذیل کتابیں تصنیف فرمائیں:۔

(۱) تحقیق المرام فی منع القرأۃ خلف الامام (عربی) یہ کتاب دو دفعہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے پہلی بار بغیر ترجمہ کے ۱۲۹۶ھ میں شائع ہوئی تھی۔ دوسری بار آپ کے شاگردِ رشید مولانا نور بخش صاحب ایم۔ اے۔ توکلی مرحوم سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور و مصنف "تحفہ شیعہ" کے اردو ترجمہ کے ساتھ بسعی مولانا بہاء الحق صاحب قاسمی ۱۳۴۱ھ میں چھپی تھی۔

(۲) الالہام الصحیح فی اثبات حیاۃ المسیح (عربی) یہ نہایت فاضلانہ کتاب ۱۳۱۱ھ میں شائع ہوئی تھی۔ اسی کے ساتھ اس کا اردو

ترجمہ حضرت مولٰنا مفتی غلام مصطفٰے صاحب رح قاسمی جو مصنّف علّام کے برادر زادہ اور شاگرد تھے، کے قلم سے شائع ہوا تھا۔ یہ کتاب مفتی غلام رسول صاحب رح نے مرزا غلام احمد قادیانی کے رد اور مسئلہ حیات مسیح علیہ السّلام کے اثبات میں تحریر فرمائی تھی۔ حضرت مولٰنا نور احمد صاحب رح امرتسری خطیب مسجد شیخ بُڈھا (متوفی ۱۳۴۵ھ) کے زیر ہدایت یہ کتاب مدرسہ نعمانیہ امرتسر کے طلبہ کو درساً پڑھائی جاتی تھی کیونکہ ان دنوں قادیانیوں کا پروپیگنڈا شباب پر تھا۔ اس علمی کتاب کو وہی طلبہ پڑھتے تھے جن کی منطق تعلیم کم از کم رسالہ "میرزاہد" تک ہوتی تھی۔

(۳۱) اتفاق البررۃ التقی علی ان سُنّتا الجمعۃ لا تُقضٰی

اس رسالے میں سُنّت قبل جمعہ کی نسبت یہ ثابت فرمایا کہ جب وہ اپنے وقت پر نہ پڑھی جا سکیں تو پھر ان کی قضا نہیں ہے۔ ہاں اگر بعد میں پڑھی جائیں تو اُن کی حیثیت سُنّت کی نہیں، بلکہ نفل کی ہوگی۔ اس رسالے کی تصنیف کی ضرورت یوں پیش آئی کہ اس زمانے میں امرتسر کے عوام کے درمیان اس مسئلے پر بہت جھگڑے ہوتے تھے اور شہر کی فضا مکدّر ہوگئی تھی۔ اس رسالے کی اشاعت سے فضا پُرسکون ہوگئی۔ رسالہ ہذا کے آخر میں ہندوستان اور مکّہ مکرمہ کے اکابر علمائے کرام کی تصدیقات مندرج ہیں۔ جن میں حضرت مولٰنا رحمت اللہ

عـہ راقم نے مولٰنا غلام قادر صاحب نادر امرتسری مرحوم سے (بقیہ صفحہ ۱۰۹ پر)

صاحب کیرانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۸۹۱ء بانی مدرسہ صولتیہ، مکہ شریف) اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ (متوفی ۱۳۲۳ھ) کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

ان مطبوعہ رسائل کے علاوہ آپ کی بعض غیر مطبوعہ قلمی تصنیفات بھی تھیں۔ لیکن آپ کے انتقال کے بعد وہ ضائع ہوگئیں۔ ان تصنیفات میں ایک رسالہ (۱) "امکان و امتناع نظیر" کے مسئلے کے متعلق تھا۔ (۲) "حواشی قاضی مبارک" (۳) "حواشی شرح ملا جامی (۴) متفرق مضامین کا مجموعہ —— ان علمی جواہر کا ضیاع ایک المناک حادثہ ہے۔

ندوۃ العلماء کے سالانہ اجلاس کی صدارت

درس و تدریس، فتوے نویسی اور تصنیف و تالیف کے علاوہ آپ علمی اداروں کی سرپرستی بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ بعض ارکانِ انجمن اسلامیہ امرتسر کی درخواست پر آپ نے انجمن کے مدرسۂ دینیات کی سرپرستی فرمائی۔ اسی طرح ندوۃ العلماء لکھنؤ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۸) جو حضرت مولاناؒ قاسمی کے شاگرد تھے سُنا ہے کہ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحبؒ کیرانوی نے ہجرت کے سلسلہ میں ایک رات مسجد میاں محمد جان امرتسر میں بسر فرمائی اور پوشیدہ طور پر نکل گئے۔ مولانا کیرانویؒ کے قیام کی وجہ سے حکومت نے مولانا قاسمیؒ سے پوچھ گچھ کی تھی۔ تو مولاناؒ قاسمی صاحب نے یہ جواب دیا تھا کہ مسجد میں کوئی بھی آکر رہ سکتا ہے اور اسے کوئی روک نہیں سکتا (حکیم محمد موسیٰ)

کی درخواست پر آپ نے ندوۃ کے سالانہ اجلاس کلکتہ منعقدہ شعبان ۱۳۱۹ھ مطابق دسمبر ۱۹۰۱ء کی صدارت بھی فرمائی تھی۔ اس اجلاس میں متحدہ ہندوستان کے مختلف صوبوں کے علماء و زعماء و رؤساء بکثرت شریک ہوئے تھے۔ بلکہ مختلف مقتدر انجمنوں مثلاً انجمن حمایت اسلام لاہور، انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے علاوہ شملہ، پانی پت، بانکی پور، مونگیر، آرہ (بہار) وغیرہ مقامات کی انجمنوں کے نمائندے بھی اجلاس میں شامل ہوئے عوام بھی اس اجلاس میں بکثرت شریک تھے۔ حضرت مفتی صاحبؒ، مولانا شاہ محمد سلیمان صاحبؒ چشتی قادری پھلواروی (متوفی ۱۳۵۴ھ ۱۹۳۵ء) کی تحریک اور مولانا ابو محمد عبدالحق صاحبؒ حقانی دہلوی (مفسر تفسیر حقانی متوفی ۱۹۱۷ء) کی تائید اور تمام حاضرین کے اتفاق رائے سے صدر اجلاس مقرر ہوئے۔ مولانا قادری شاہ محمد سلیمان پھلواروی نے صدارت کی تحریک کرتے ہوئے جو تقریر فرمائی تھی اس کا کچھ حصہ ذیل میں درج ہے:-

"حضرات! ہمارے جلسے کے حقیقی اور معنوی صدر انجمن حضور پُرنور خود بدولت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کی غلامی پر ہم سب کو فخر ہے۔ اور یہ اسی کی کشش ہے کہ ہر دیار و امصار سے اور تمام اسلامی طبقوں سے علماء، مشائخ، رؤساء، علاوہ پیشہ اشخاص اپنے کاروبار کو چھوڑ کر یہاں تشریف لائے ہیں۔ إلى أن قال: اصاحبو! ہماری خاطر بن آسکوب

کے سامنے سے حضور عالی جاہؐ کی ذات پاک پوشیدہ ہے اور ظاہری کاروبار ظاہری صدر انجمن کے وجود پر موقوف ہے۔ لہذا ایک شخص کو صدر انجمن قرار دینا ضروری ہے جو ہمارے حضورؐ کی نیابت کر سکے۔ کون نہیں جانتا کہ ہمارے سرکارؐ نے علمائے دین کو اپنا وارث اور نائب قرار دیا ہے۔ لہذا انہیں میں سے کسی محترم بزرگ کو جو برگزیدہ اور مقدس ہوں اس وقت کے جلسہ کے لئے صدر منتخب کر لینا چاہیئے۔ میں تحریک کرتا ہوں کہ مولانا مفتی غلام رسول صاحب امرتسری جو فضل و تقدس اور سن و سال کے اعتبار سے واجب التعظیم ہیں اس جلسہ کی صدارت قبول فرمائیں"۔

مولانا ابو محمد عبد الحق صاحبؒ دہلوی نے اس کی تائید فرمائی اور باتفاق رائے حاضرین مولانا ممدوح رونق افزائے صدارت ہو گئے"۔

اس کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ کی مختصر ترین تقریر نقل کی گئی ہے یہ اقتباس "روداد اجلاس ہشتم ندوۃ العلماء" مطبوعہ محمود المطابع کانپور کے صفحہ ۱۵ و ۱۶ سے لیا گیا ہے۔ روداد کی مطبوعہ کاپی مولانا سید ابو الحسن علی صاحب ندوی مدظلہٗ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے میری درخواست پر بذریعہ ڈاک بھجوائی۔ جو ۳ر جنوری ۱۹۶۳ء کو میرے پاس پہنچی۔ جس کے لئے میں مولانا کا ممنون ہوں (محمد بہاء الحق قاسمی عفی عنہ)

حضرت مفتی صاحبؒ نے چند ماہ کے بعد ندوہ سے بعض امور میں اختلاف رائے کی بناء پر علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ لیکن صرف علیحدگی پر قناعت

فرمائی۔ مخالفت کا طریق اختیار نہیں فرمایا۔ جیسا کہ بعض علماء نے اختیار کیا تھا۔

مسلک ومشرب حضرت مفتی صاحب حنفی المذہب اور صوفی المشرب تھے لیکن طبع مبارک میں تعصب و تشدد نہ تھا۔ دیوبندی بریلوی جھگڑے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اگرچہ علمائے دیوبند سے بعض مسائل میں آپ کو اختلاف تھا لیکن ان سے حسنِ ظن رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ امرتسر میں حضرت مولانا گنگوہیؒ کی تکفیر کا غلغلہ بلند ہوا۔ اور بہت ہی شدت اختیار کر گیا۔ ایسی فضا میں حضرت مفتی صاحبؒ قاسمی نے جرأت سے کام لے کر جلسۂ عام میں لوگوں کے اس رویّے کی شدید مذمت کی اور فرمایا کہ:-

"میں مولوی رشید احمد صاحب کا نہ شاگرد ہوں نہ اُستاد، نہ مُرید ہوں نہ پیر، میرا اُن سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن آخر وہ ایک عالم ہیں۔ اور ایک عالم کی اس طرح توہین و تکفیر ہرگز جائز قرار نہیں دی جا سکتی۔"

مولانا قاسمیؒ کے اِن ارشادات کا بہت اچھا اثر ہوا۔ امرتسر کی فضا میں امن و سکون پیدا ہو گیا۔

حلیہ ولباس حضرت مفتی غلام رسول صاحبؒ نہایت وجیہ اور خوبصورت تھے۔ ہزاروں میں بیٹھے ہوئے اپنے حسنِ خدا داد کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے۔ دراز بینی، کشادہ پیشانی اور خوبصورت داڑھی مردانہ حسن کا پتہ دیتی تھی۔ اس پر آپ کی خوش پوشی سونے

پر سہاگہ کا کام دیتی تھی۔ موسم گرما میں ململ کی پگڑی یا پشاوری لنگی اور موسم سرما میں پشمینے کا عمامہ زیب سر فرماتے۔ چلنے میں رفتار متوسط درجے کی اور باوقار تھی۔ اندازِ گفتگو نہایت بارعب لیکن دل کو لبھانے والا ہوتا۔

وفات جب آپ کی عمر مبارک سُنّت کے موافق ۶۳ سال کی ہوئی تو آپ پر مرض طاعون کا حملہ ہوا جو بہ فرمان رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "ہر مومن کے لئے شہادت ہے" آپ کے ایک مخلص شاگرد حکیم ڈاکٹر غلام رسول صاحب مرحوم شب و روز خدمت میں حاضر رہ کر علاج کرتے رہے جس کے نتیجہ میں افاقہ بھی ہو گیا۔ لیکن بظاہر بے احتیاطی اور بہ باطن مشیئت ایزدی کے سبب مرض بے قابو ہو گیا۔

انتقال سے کچھ دیر پہلے امرتسر کے بعض علماء موجود تھے۔ حضرت مولانا نور احمد صاحب خطیب مسجد شیخ بڈھا رحمۃ اللہ علیہ و محشی مکتوبات مجدد الف ثانی (متوفی ۱۳۴۸ھ) نے سورہ یٰسین کی تلاوت شروع فرمائی۔ جب آپ آیت "وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ" پر پہنچے۔ تو حضرت مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا نور احمد صاحب کو روک کر اور خود اس آیت کو پڑھ کر اس کا ترجمہ کیا اور مختصر تفسیر بیان فرمائی۔ اس کے بعد سورۃ کا باقی حصہ پڑھنے کے لئے مولانا کو کہا۔ آخر چند گھنٹوں کے بعد اس فاضل بے مثال نے ۷ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ مطابق ۸ دسمبر ۱۹۰۲ء کو پیر کے دن بوقت سحر اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو کوچ فرمایا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

خبرِ رحلت آپ کے انتقال پُرملال کی خبر شہر امرتسر اور اس کے

ملحقہ دیہات بلکہ دوسرے شہروں میں بھی بجلی کی طرح فوراً پہنچ گئی۔ حضرت پیر روشن ضمیر محمد عبد الغفار شاہ صاحب کشمیری ثم لاہوری رحمہ اللہ (متوفی ۲۰؍جمادی الثانیہ ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۵؍فروری ۱۹۲۲ء) فرماتے تھے کہ

"حضرت مفتی صاحب جس وقت فوت ہوئے ٹھیک اسی وقت ہم کو اس کی اطلاع لاہور میں ہو گئی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ہاتف غیبی اس خبر کو پھیلا رہا ہے"۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے پیر طریقت خواجہ دین محمد صاحب عرف حضرت ملا صاحب چوروی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روز نماز فجر کے بعد سرد آہ بھر کر فرمایا کہ:-

"آج پنجاب کا آفتاب غروب ہو گیا"۔

حاضرین نے اس کا مطلب دریافت کیا تو فرمایا کہ:-

"مولٰنا غلام رسول صاحب امرتسری کا انتقال ہو گیا ہے"۔

اس واقعہ کا ذکر حضرت صاحبزادہ محمد عادل شاہ صاحب چوروی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب "انوار تبراہی" میں فرمایا ہے۔

نماز جنازہ | بیرونی مقامات کی جب یہ کیفیت تھی تو امرتسر میں بھلا کیوں نہ تہلکہ مچ جاتا۔ ہر گھر میں ہر زبان پر اسی واقعہ ہائلہ کا

عہ "تذکرہ اسلاف" کے طبع اول میں آپ کے پیر و مرشد کا اسم گرامی حضرت شیخ احمدؒ تارہ بلی لکھا گیا ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ آپ کی بیعت حضرت حاجی عبد الرحیم صاحب کشمیری ثم بینہ کدلی رحمہ اللہ (متوفی ۳؍ربیع الاول ۱۳۲۶ھ) سے تھی (محمد بہاء الحق)

ذکر تھا خورد و کلاں سب کے چہروں پر آثارِ غم ہویدا تھے۔ لوگ جوق در جوق اس کثرت کے ساتھ حضرت مفتی صاحبؒ کے در دولت پر جمع ہونے لگے کہ کوچہ د بازار اور جامع مسجد میاں محمد جان مرحوم اور گرد و نواح کے تمام علاقے انسانوں سے بھر گئے۔ جب تل دھرنے کو بھی جگہ نہ رہی تو لوگ "قلعہ گوبند سنگھ" کے وسیع میدان میں پہنچنے لگے۔ کیونکہ جنازے کی نماز یہیں پڑھی جانی تھی۔ تجہیز و تکفین مسنون طریقے پر کرنے کے بعد جنازہ اس شان سے روانہ ہوا کہ ہزارہا بیتاب اور غمزدہ انسانوں کا ہجوم ساتھ تھا۔ تمام گذرگاہوں پر پانی کا چھڑکاؤ اور جنازے پر گلاب کے پھولوں کی بارش ہو رہی تھی۔

جنازے کی چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس اس غرض سے باندھ رکھے تھے کہ جنازے کو کندھا دینے کا شرف زیادہ سے زیادہ آدمیوں کو حاصل ہو سکے۔ امرتسر کے غیر مسلم باشندے مسلمانوں کے ایک بوریہ نشین عالمِ دین کے جنازے کی یہ شان دیکھ کر انگشت بدنداں تھے۔ قلعے کے میدان تک جو آپ کے گھر سے نصف میل کے فاصلے پر تھا جنازہ کئی گھنٹوں میں پہنچا۔

"تاریخ اقوام کشمیر" میں لکھا ہے کہ چالیس پچاس ہزار مسلمانوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ اور بعض ثقہ بزرگ راوی ہیں کہ اس سے بھی زیادہ اجتماع تھا۔

کرامت آپ کے انتقال کے ٹھیک تین سال بعد آپ کی قبر مبارک کے قریب ایک دوسری قبر کھودتے وقت آپ کی قبر مبارک کی لحد میں شگاف نظر آیا۔ بعض لوگوں نے شگاف کو ہاتھ سے ذرا وسیع کر کے قبر کے اندر جھانکا تو کفن نظر آیا۔ اس پر ان لوگوں نے جو کسی میت کو دفن کرنے

کے لئے آئے ہوئے تھے۔ حضرتؒ کی قبر مبارک اور زیادہ واشگاف کر کے اچھی طرح دیکھا تو کفن صحیح سالم تھا۔ حضرت کے چہرۂ مبارک سے کفن اٹھایا تو اس کو زندگی کی طرح پُر رونق پایا۔ یہ خبر شہر میں فوراً پہنچ گئی اور لوگ زیارت کے لئے آنے لگے۔ اس پر معززین شہر نے شگاف بند کر کے قبر مبارک پر مٹی ڈال دی۔ اور شہر سے آنے والے لوگوں کو سختی سے روک دیا۔

آپ کی آخری آرام گاہ گورستان "بلاکا" بیرون حکیماں گیٹ امرتسر میں ہے جس کے گرد چار دیواری بنادی گئی تھی۔ (نور اللہ مرقدہٗ)

قطعات تاریخ وفات حضرت مولنا مفتی

پیر غلام رسول صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

(۱)

از مولنا غلام احمد صاحب اخگر مرحوم سابق ایڈیٹر اخبار اہل فقہ امرتسر
(متوفی ۱۹۲۷ء)

فاضلِ دہر و حامیِ توحید — کرد زیں جا سفر بخلد رسید
نام پاکش بداں غلام رسولؐ — شد ز طاعون براہ صدق شہید
شورِ ماتم بپا شدہ ہر سُو — ملک الموت روح او چو کشید
وا دریغا کہ روئے مولنا — تا قیامت کسے نہ خواہد دید
بود او بدرِ سالِکِ اسلام — آفتابِ علوم دین مجید
تیرہ گردید صبح ما چوں شام — شد محرم عیاں بجائے عید

خبرِ انتقالِ مولناؒ	اخگرِ خستہ حال چوں بشنید
از خرد ہم ز ہاتفِ غیبی	سالِ تاریخِ رحلتش پرسید

دادِ ہاتف ندا کہ اے اخگر

بشہادت رسید نفسِ سعید

۱۳۲۰ھ

(۲)

(از خواجہ عبد العزیز صاحب خواجہ مرحوم سوداگر پشمینہ امرتسر)

مُفتیِ دہر آں غلامِ رسولؐ	صدرِ خاصانِ بارگاہِ الٰہ
صبحِ دو شنبہ سابع رمضان	رفت سوئے ارم بہ حشمت و جاہ

زد پئے سال ہشت بار سروش

نعرۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ[عہ]

منقول از تاریخ کبیر کشمیر ص ۳۱۴/۳۱۵

حضرت مفتی صاحبؒ کے اساتذہ کرامؒ

آپ کے اساتذہ کرامؒ کے اسماء گرامی حسبِ ذیل ہیں:۔

(۱) حضرت مولنا عبد القدوس صاحبؒ پاندانی (۲) حضرت مولنا مفتی عزیز الدین صاحبؒ (۳) حضرت مولنا صوفی حمایت اللہ صاحبؒ قادری (۴) حضرت

عہ لا الہ الا اللہ کے اعداد کو آٹھ بار جمع کرنے سے ۱۳۲۰ھ برآمد ہوتے ہیں۔

مولانا حبیب اللہ صاحبؒ پشاوری (۵) حضرت مولانا قاری عبد العلی صاحبؒ (۶) حضرت مولانا قطب الدین صاحبؒ۔

اب ان حضرات کا الگ الگ مختصر تذکرہ پیش کیا جاتا ہے:۔

حضرت مولانا عبد القدوس صاحبؒ پاندانی

آپ محلہ پاندان متصل جامع مسجد سری نگر کے باشندہ تھے۔ آپ کے والد ماجد مولانا امیر الدینؒ کلاں کے نام سے مشہور تھے اور مولانا امیر الدینؒ علامہ ہدایت اللہ صاحبؒ کے فرزند دوم تھے۔ مولانا امیر الدینؒ مدت تک قضاء کشمیر کے منصب پر فائز رہے۔ "حق گوئی دبیباکی" آپ کا شیوہ تھا۔ مولانا عبد القدوس صاحبؒ بھی اپنے اسلاف کے طریق پر گامزن رہے۔ آپ اپنے والد ماجدؒ کے شاگرد تھے۔ آپ بھی مدت تک قضا کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ تعلیم وتدریس آپ کا مستقل شغل تھا۔ اس کے بعد ہندوستان کا سفر کیا اور وہاں شہزادگان شجاع الملک کو تعلیم دینے پر مامور ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد کشمیر واپس تشریف لائے۔ اور ۱۲۸۳ھ میں فوت ہوکر اپنے آباء واجداد کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ (ماخوذ از تاریخ کبیر کشمیر صفحہ ۲۰۸-۲۰۹)

حضرت مولانا مفتی عزیز الدینؒ

فرزند دلبند مولانا مفتی ناصر الدین صاحبؒ آپ نے پہلے اپنے والد ماجدؒ سے علوم کی تحصیل فرمائی۔ پھر حضرت علامہ سید سعید صاحبؒ اندرابی کشمیری سے علوم نقلیہ وعقلیہ کی تکمیل کی۔ آپ جرأت وذکاوت اور تقریری وتحریری مناظرہ ومباحثہ میں اپنے زمانہ میں فرد یکتا تھے۔ مسند قضا وفتوی کو زینت بخشی۔

راجہ رنبیر سنگھ والئ کشمیر کے دورِ حکومت میں محکمۂ عدالت صدر کے صدر نشین رہے۔ کثرتِ مشاغل کے باوجود درس و تدریس کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔ آخر منصب عدالت سے مستعفی ہو کر خلوت گزیں ہو گئے۔ (منقول از تاریخ کبیر کشمیر صفحہ ۳۱۳، ۳۱۴)

تاریخ اقوام کشمیر جلد سوم صفحہ ۴۴۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری ملازمت سے مستعفی ہونے کے بعد امیر عبدالرحمٰن خاں صاحب مرحوم سابق والئ افغانستان نے صوبہ جلال آباد (افغانستان) کی قضا (جج) کے لئے آپ کو یاد فرمایا لیکن چونکہ آپ درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرما چکے تھے۔ اس لئے آپ نے امیر ممدوح کی اس پیش کش کو منظور فرمانے سے عذر کر دیا۔

آخر آپ ۱۰ شوال ۱۳۱۲ھ کو انتقال فرما کر سری نگر ہی میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت مولنا صوفی حمایت اللہ صاحب کشتواڑی

حضرت موصوف کشتواڑ (کشمیر) کے باشندہ تھے۔ کشتواڑ سے امرتسر تشریف لے آئے تھے۔ عالم باعمل اور صوفی مشرب بزرگ اور حضرت میاں قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کنگال کشمیری رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۶۹ھ) کے مرید باصفا تھے۔ حضرت میاں قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کنگالی حضرت میاں محمد رفیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کنگالی (متوفی ۱۲۲۶ھ) کے فرزند دوم تھے اور حضرت میاں محمد رفیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کنگالی حضرت میاں گل محمد صاحب کنڈ گال اکبر آبادی (متوفی ۱۱۹۵ھ) کے خلیفہ تھے۔ یہ سب حضرات اپنے زمانے کے اولیاء کبار میں سے تھے۔ ان سب کا مختصر تذکرہ "تاریخ کبیر کشمیر" میں ملتا ہے (ملاحظہ ہو

صفحات ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۷)

چونکہ ان سب حضرات کا تذکرہ نقل کرنے میں طوالت ہو جائے گی۔ اس لئے نظر انداز کیا جاتا ہے۔

حضرتِ میاں گل محمد صاحبؒ نے اپنے آپ کو تواضع کے طور پر زادِ آخرت سے تہی دست اور کنگال کہا ہوگا۔ اسی سے "کنگالی" مشہور ہوگئے۔

آں محمد گل کہ ہمچوں گل شگفت
شاہ بود و خویش را کنگال گفت

اور آپ کے مریدین و خلفاء کو اسی نسبت سے "کنگالی" کہا جانے لگا۔

غرض مولانا حمایت اللہ صاحبؒ نے سفرِ حج سے واپسی پر امرتسر کو مستقر بنایا۔ اور درس و تدریس اور ذکر و فکر اور دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع کردیا۔ اُس زمانہ میں حضرات کشامرہ کا شاہیانی کاروبار نہایت فروغ پر تھا۔ دولت کا نشہ سر پر سوار تھا۔ حدیہ کہ ان میں سے بعض لوگ حقّے میں پانی کی بجائے دودھ ڈال کر کش اڑاتے تھے۔ "دینداری" کا انحصار "یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ" کے وظیفہ پر تھا۔ بلکہ مسجدوں میں بھی چلاّ چلاّ کر یہی وظیفہ پڑھا جاتا تھا۔ حضرت مولاناؒ نے آیت قرآنیہ "اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا" یاد دلا کر نصیحت فرمائی کہ مسجدوں میں صرف اللہ کو پکارو۔ اور اُسی کا ذکر کیا کرو۔ یہ نصیحت سرمایہ دار بدمستوں کو ناگوار خاطر ہوئی اور اپنے کاریگروں مزدوروں اور نوکروں کے ذریعہ مولاناؒ کو ستانا شروع کردیا۔ ایک مرتبہ اُن کے راستہ میں گڑھا کھود کر اوپر گھاس پھوس ڈال

دیا گیا۔ مولانا اندھیرے میں ادھر سے گذرے اور گڑھے میں گر گئے بہت چوٹیں آئیں۔ کھڑے ہوئے تو آسمان کی طرف نظر اٹھا کر ایک سرد آہ بھری۔

اس کے بعد آپ جلد ہی دوبارہ مکہ معظمہ کو بغرض حج روانہ ہو گئے۔ اپنے بھائی مولانا عطاء اللہ صاحب مرحوم کو ہمراہ لے گئے تھے۔ جو مکہ معظمہ ہی میں فوت ہو کر مدفون ہوئے۔ مکہ معظمہ میں امرتسر کا ایک شخص آپ سے ملا۔ اور اس نے مولانا کو بتایا کہ آپ کو دکھ دینے والے لوگ دیوالیہ ہو کر کچھ تو مرکھپ گئے ہیں اور کچھ نہایت عسرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مولانا نے اس پر خوشی کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ انا للہ پڑھ کر خاموش ہو گئے۔

مولانا عبادت گذار اور شب بیدار بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ ایک معتقد نے عرض کیا کہ حضرت رات کو آرام بھی فرمالیا کریں تو جواب میں فرمایا ؎

چشمے کہ در خمار بود چوں خُسپد
آں را کہ غم یار بود چوں خُسپد

یہ واقعات جو اوپر بیان ہوئے ہیں ان میں سے اکثر میں نے اپنے والد محترم رحمہ اللہ سے سُنے ہیں اور بعض واقعات دوسرے لوگوں سے۔ اب مولانا کا تعارف مولف "تاریخ کبیر کشمیر" کی زبان قلم سے سُنیئے:۔

"مولوی حمایت اللہ از علماء وقت اکتساب علوم نمودہ و بر دست میاں قطب الدین گنگالی بیعت کرد و بزیارت حرمین شریفین مشرف شد و شب بیدار و مشغول اذکار می بود و در کشف مشہور بود۔ و در امرتسر از سفر حرمین مراجعت نمود و در آنجا

برادر خود مولوی عطاء اللہ ہمراہ خود گرفتہ باز بزیارت حرمین نہضت کرد و برادرش در آنجا رحلت نمودہ در مکہ معظمہ مدفون شد و مولوی حمایت اللہؒ روانہ شدہ در بھوپال رسید در سن سہ صد و شانزدہ (۱۳۱۶ھ) انتقال نمود و در آنجا آسود۔" (صفحہ ۳۱۴)

اخبار اہلِ حدیث امرتسر مجریہ ۸ر اگست ۱۹۱۹ء صفحہ ۱ میں مولٰنا صوفی حمایت اللہ صاحبؒ کو علماء "اہل حدیث" میں شمار کرنے کے علاوہ کہا گیا ہے کہ وہ مولٰنا میر عبدالعزیز صاحب قاسمیؒ اور مولٰنا مفتی غلام رسول صاحب قاسمیؒ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ مولٰنا صوفی صاحب موصوفؒ کے متعلق میرے والد ماجدؒ مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ حضرت صوفی صاحبؒ حنفی المذہب اور قادری المشرب بزرگ تھے۔ ان کو مروجہ معنوں میں "اہل حدیث" کہنا غلط ہے۔ رہا رشتہ داری کا معاملہ تو اس کی اگر کوئی حقیقت ہوتی تو میرے والد ماجدؒ اور میرے دوسرے بزرگ اس کا تذکرہ ضرور فرماتے لیکن باوجودیکہ حضرت صوفی صاحبؒ کا ذکر خیر میں نے اپنے بزرگوں سے بارہا سنا۔ لیکن رشتہ داری کا ذکر میرے سامنے کبھی نہیں ہوا (محمد عباد الحق)

حضرت مولٰنا حبیب اللہ صاحبؒ پشاوریؒ

آپ کے آبا و اجداد کشمیر سے پشاور آئے تھے۔ وہیں آپ کی پیدائش ہوئی اور وہیں آپ نے پرورش اور تعلیم بھی پائی تھی۔ بعد میں امرتسر میں اقامت فرمائی اور

وہیں عمر کا بقیہ حصّہ درس و تدریس میں گذارا۔ اور امرتسر ہی میں فوت ہو کر مسجد جامع میاں محمد جان مرحوم کے حجرہ میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر مبارک اب بھی وہاں موجود ہے۔

آپ علامہ حافظ دراز صاحبؒ پشاوری محشّی قاضی مبارک وشارح بخاری شریف (متوفی ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء) کے قابل تلامذہ میں سے تھے۔ آپ نے "عشرہ مبشرہ" اور "ابطال شرذمہ" کے نام سے دو نہایت فاضلانہ کتابیں لکھی تھیں۔ جن میں بعض اختلافی فقہی مسائل میں مذہب حنفی کے دلائل بیان فرمائے اور اعتراضات کے محققانہ جوابات دیئے تھے۔ سن وفات معلوم نہیں ہو سکا۔

"عشرہ مبشرہ" مطبوعہ ۱۲۹۸ھ کا ذکر فہرست کتب خانہ سعید الحکماء حیدر آباد دکن ص ۲۳۵۳ و فہرست کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن جلد ۲ ص ۱۳۹۲ میں ملتا ہے۔

علامہ حافظ دراز صاحبؒ

علامہ ممدوحؒ کے متعلق میرے استفسار پر مولانا شمس الحق صاحب افغانی مدظلہ شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاول پور نے ۲۹ جمادی الثانیہ ۱۳۸۳ھ کو ایک مکتوب ارسال فرمایا جس میں آپ فرماتے ہیں کہ:-

" حضرت حافظ دراز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام ملّا محمد حسن ہے، آپ شہر پشاور کی مسجد گنج میں رہا کرتے تھے اور حافظ صاحب گنج کے نام سے معروف تھے " قاضی مسلم " پر ان کا حاشیہ ہے

اور بخاری شریف پر ان کی فارسی شرح ہے جو مکمل نہیں۔ "منح الباری" اس کا نام ہے اگرچہ مطبوعہ ہے لیکن نایاب ہے۔ میں نے چارسدہ کے شیخ الحدیث مولوی عبد الرحمٰن صاحب کے ہاں "منح الباری" کو دیکھا ہے بہترین شرح ہے اس میں بعض نکات ایسے ہیں جو اکثر شروح میں نہیں ملتے اس شرح کا ذکر نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی مرحوم نے "اتحاف النبلاء" میں بہ سلسلہ شروح بخاری کیا ہے۔ لیکن انہوں نے سہواً یا غلطی سے مولانا حافظ دراز صاحبؒ کو پنجابی لکھا ہے جو صحیح نہیں۔ سید احمد صاحب بریلویؒ اور حضرت شاہ اسمٰعیل صاحبؒ شہید سے حافظ صاحب کی ملاقات ہوئی ہے۔ اگر لاہور میں "نزہۃ الخواطر" مل سکے جو علماء ہند کی عربی تاریخ ہے تو اس میں حافظ صاحبؒ کے حالات موجود ہیں۔ میں نے خود دیکھا ہے۔"

مولانا افغانی کے ارشاد کے مطابق "نزہۃ الخواطر" دیکھی گئی۔ تو اس میں حضرت حافظ صاحبؒ کے اسم گرامی کے ساتھ "خوشابی" کا لفظ لکھا ہوا پایا۔ اور "خوشاب" ضلع سرگودھا (سابق پنجاب) کا ایک بڑا قصبہ ہے۔ "تذکرہ علماء ہند" مترجم کے صفحہ ۱۸۵ میں حضرت حافظ صاحبؒ کے نام کے ساتھ "خوشالی" لکھا ہے۔ اصل میں "خوشابی" ہوگا۔ کتابت کی غلطی سے "خوشالی" ہو گیا۔ "حدائق الحنفیہ" ص۴۷۵ میں حضرت حافظ صاحبؒ کو "خوشابی" کہا گیا ہے۔ (واللہ اعلم) حضرت سید احمد صاحبؒ بریلوی نے علماء پشاور کے نام ایک طویل فارسی مکتوب تحریر فرمایا تھا۔ مکتوب الیہم کے سلسلہ میں حضرت حافظ صاحبؒ

کا اسم گرامی سر دفتر ہے۔ (ملاحظہ ہو "تواریخ عجیبہ" مطبوعہ فاروقی دہلی ص۳۰۵) حضرت سید صاحبؒ نے اس خط میں لکھا ہے کہ "مذہب ایں فقیر آباً عن جدٍّ مذہب حنفی است الخ (ص۳۰۶)"

حضرت مولانا قاری عبد العلی صاحبؒ

آپ کا اصلی وطن گجرات (پنجاب) تھا۔ پھر امرتسر میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ علامۂ زمن حضرت مولانا مفتی صدر الصدورؒ دہلوی ع کے شاگرد تھے۔ مولانا قاری صاحبؒ ممدوح کو اللہ تعالیٰ نے دینی وجاہت کے ساتھ دنیوی وقار بھی عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ جہاں آپ درس و تدریس کے ذریعہ دینی خدمات سرانجام دیتے تھے۔ وہاں میونسپل کمشنر ہونے کی وجہ سے بھی مرجع انام تھے۔ اور اس طرح مسلمانوں کی دنیوی امداد فرماتے تھے۔ آپ کا انتقال بھی امرتسر میں ہوا تھا۔ سن وفات معلوم نہیں ہو سکا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا قطب الدین صاحبؒ

آپ حضرت مولانا عبد الحکیم سیالکوٹیؒ کی اولاد سے تھے۔

ع حضرت مفتی صاحب دہلوی موصوفؒ کشمیری الاصل تھے۔ آپ دہلی کے صدر الصدور اور مفتی اعظم تھے۔ سنہ ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں (جس کو انگریزوں نے غدر کا نام دیا تھا) فتویٰ جہاد کے الزام میں آپ کی جائیداد ضبط ہو گئی تھی۔ چند ماہ کی نظر بندی کے بعد آپ کو رہائی ملی۔ نواب یوسف علی خاں رام پوری، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اور سر سید احمد خاں علیگڑھی آپ ہی کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کی وفات ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء میں ہوئی (قاموس المشاہیر مؤلفہ نظامی بدایونی جلد ۲ ص۳۹)

آپ کے والد ماجد مولٰنا محی الدین صاحبؒ کا وطن و مولد کشمیر تھا۔ "تاریخ کبیر کشمیر" میں آپ کی نسبت لکھا ہے :۔

"مولوی قطب الدینؒ فرزند مولوی محی الدینؒ کشمیری توطنّاً۔ در علم ظاہری فردِ یکتا بود۔ و رسالہ ہا از وے یادگار است من جملہ آنہا "ادعنم اللہ لاکمل در جواب خمسۃ مسائل" و "تحفۃ الہند" و "ہلالِ عید" وغیرہ است و با شیخ احمدؒ کشمیری واعظ (متوفی ۱۲۹۸ھ) در بعض مسائل مناظرہ داشت مُوجب آں بعض جُہلاءِ امرتسر اورا بتوقف منسوب می کردند حالانکہ وے بری عنہ بودہ است بعد انتقال بیرون شہر امرتسر مقبرۂ فتح بابا آرمید (صفحہ ۳۱۹)

منشی محمد الدین صاحب فوق مرحوم نے بھی اپنی کتاب "ملک العلماء علامہ عبد الحکیم صاحبؒ" صفحہ ۲۱۴ میں مولٰنا قطب الدین صاحبؒ کا ذکر خیر کیا ہے۔ آپ کی وفات تیرھویں صدی ہجری کے اواخر میں ہوئی تھی۔ لیکن وفات کی تاریخ اور سال معلوم نہیں۔

حضرت مفتی صاحبؒ قاسمی کے تلامذہ

حضرت مفتی صاحبؒ کے اساتذہ کے تذکرہ کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے شاگردوں کا مختصر تذکرہ بھی کر دیا جائے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بلا مبالغہ ہزاروں تک پہنچی ہے۔ جن میں سے بعض حضرات کے نام مجھے معلوم ہیں :۔

(۱) مولانا مفتی پیر غلام مصطفےٰ صاحب قاسمی (آپ کے برادر زادے اور جانشین) (۲) مولانا عطاء اللہ صاحب کشمیری (مدفون گورکھپور انڈیا) (۳) مولانا نور بخش صاحب توکلی ایم۔ اے سابق ناظم انجمن نعمانیہ وپروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور (۴) مولانا مفتی عبد الصمد خان صاحب امرتسری (۵) مولانا نجم الدین صاحب سابق پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور (۶) حضرت مولانا رسول خان صاحب مدظلہ سابق مدرس دار العلوم دیوبند حال شیخ التفسیر جامعہ اشرفیہ لاہور (۷) مولانا حکیم ڈاکٹر غلام رسول صاحب امرتسری مرحوم (۸) مولانا عبد العزیز صاحب امرتسری مرحوم (۹) مولانا رسول شاہ صاحب کشمیری امرتسری مرحوم (۱۰) مولانا پیر سلام الدین صاحب قاسمی امرتسری مرحوم (۱۱) مولانا پیر غلام محی الدین صاحب قاسمی امرتسری مرحوم (۱۲) مولانا ظہور محی الدین صاحب امرتسری مرحوم (۱۳) مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم سابق ایڈیٹر اخبار اہل حدیث امرتسر (۱۴) مولانا غلام احمد صاحب خٹک مرحوم امرتسری (۱۵) مولانا غلام نادر صاحب امرتسری مرحوم (۱۶) مولانا عبد اللہ صاحب سگالی مرحوم (۱۷) مولانا پیر عبد الجبار صاحب کشمیری مرحوم (۱۸) مولانا عبد الغنی صاحب لکار کشمیری مرحوم (۱۹) مولانا دائم اللہ صاحب بدخشانی مرحوم (۲۰) مولانا سید ذکریا صاحب بخاری مرحوم (۲۱) مولانا گل محمد صاحب افغانی مرحوم (۲۲) مولانا حافظ غلام محمد صاحب امرتسری مرحوم (متوفی ۱۹۰۷ء) (۲۳) حکیم فیروز الدین صاحب طغرائی امرتسری مرحوم (متوفی ۱۹۳۱ء)

جو ایک بلند پایہ صحافی اور شاعر کی حیثیت سے مشہور ہوئے ہیں (۲۴) حکیم غلام نبی صاحب مرحوم (مدفون لاہور ۱۹۱۶ء) جو اصل میں موضع اداں تحصیل امرتسر کے باشندہ تھے۔ پھر لاہوری ہو گئے۔ پچاس سے زیادہ طبی کتابوں کے مصنف۔ اور ماہنامہ "حافظ صحت" لاہور کے ایڈیٹر تھے۔ دینی کتابیں آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ سے پڑھی تھیں۔ (۲۵) مولٰنا خیر شاہ صاحب میر واعظ امرتسر مرحوم۔ (متوفی ۱۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء)

ان حضرات میں سے مولٰنا مفتی پیر غلام مصطفٰے صاحبؒ قاسمی اور ان کے چھوٹے بھائی مولٰنا پیر غلام محی الدین صاحبؒ قاسمی کا تذکرہ مولانا پیر عبدالعزیز صاحبؒ قاسمی کی اولاد کے سلسلہ میں اور مولٰنا پیر سلام الدین صاحب قاسمی کا ذکر خیر مولٰنا پیر عبد القدوس صاحبؒ قاسمی کی اولاد کے تذکرہ میں ملاحظہ فرمائیے۔ باقی چند حضرات کے مختصر حالات جو اس وقت مجھے مستحضر ہیں ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

مولٰنا عطاء اللہ صاحب فاضل کشمیری

آپ موضع ڈرہامہ واگورہ پرگنہ کروہن تحصیل و ضلع بارہ مُولہ کشمیر کے باشندہ تھے۔ آپ کے پردادا قاضی محمد سخی صاحبؒ بعہد حکومت خالصہ سری نگر کے قاضی القضاۃ تھے۔ آپ نے تقریباً تمام علوم نقلیہ و عقلیہ کی درسی کتابیں حضرت مفتی صاحبؒ قاسمی سے پڑھیں۔ یہاں سے فارغ ہو کر آپ ہندوستان چلے گئے تھے۔ وہاں حضرت مولٰنا محمد ہدایت اللہ خاں صاحبؒ جون پوری سے شفا وغیرہ

کی تعلیم حاصل کی (جیسا کہ انہوں نے اپنی ایک تصنیف میں اس کا ذکر کیا ہے) آپ نہایت ذہین و فطین عالم تھے۔ ہندوستان میں رہ کر آپ نے "اُفق المبین" پر حواشی لکھے تھے آپ کی ایک تصنیف "التحقیق المحقق لما فی تحقیق المطلق" راقم الحروف کے پاس امرتسر میں موجود تھی۔ اس کتاب میں آپ نے مولٰنا فضل حق صاحبؒ بخاری کے اُن حواشی پر تنقید کی تھی جن میں مولٰنا فضل حق صاحبؒ خیرآبادی کے حواشی (بر حاشیہ السید الزاہد) کا رد کیا گیا تھا۔ اس کتاب کے ملاحظہ کرنے سے مولٰنا کشمیری کی علوم عقلیہ میں وسعت و مہارت تامہ کا پتہ چلتا ہے۔ آپ مولٰنا جون پوریؒ کی خدمت میں رہ کر طلباء کو پڑھایا کرتے تھے۔ مولٰنا جونپوریؒ نے سید سبحان اللہ خاں صاحب مرحوم رئیس اعظم گورکھپور کی درخواست پر مولٰنا کشمیری کو گورکھ پور بھیج دیا۔ وہاں آپ رئیس موصوف کو پڑھاتے رہے۔ مولٰنا کشمیری کی شہرت علمی دنیا میں ہونے والی تھی کہ عین عالم شباب میں گورکھ پور میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ رئیس موصوف نے اپنے باغ بیرون شہر میں دفن کیا۔ آپ کا سن وفات ۱۳۱۱ھ (ماہ ربیع الثانی) ہے۔

مولٰنا عطاء اللہ صاحب مرحوم کی شادی سید محی الدین شاہ صاحب مرحوم (دنیا محلہ لدھیانہ) کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ جن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھیں۔ جو تا حال کوئٹہ (بلوچستان) میں بقید حیات ہیں۔ آپ کے داماد سید محمد صدیق شاہ بی۔ اے کوئٹہ میں کسی بڑے فوجی عہدہ پر فائز ہیں۔

مولانا نور بخش صاحب ایم۔ اے توکلیؒ

آپ اوائل شباب میں پرنسپل بورڈ سکالج امرتسر میں مدرس تھے۔ کئی سال وہاں قیام رہا۔ اس دوران میں آپ کالج ٹائم کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ قاسمیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر منقولات اور معقولات کی کتابیں برابر پڑھتے رہے۔ آپ نے تمام درسی کتابیں حضرت مفتی صاحبؒ سے پڑھیں۔ عرصہ کے بعد آپ گورنمنٹ کالج لاہور کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ اور آخر وہیں سے ریٹائر ہوئے۔ آپ حضرت خواجہ توکل شاہ انبالوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۱۵ھ) کے مریدین میں سے تھے۔ اس لئے توکلی کہلائے۔ انجمن نعمانیہ لاہور کے ناظم تعلیمات اور انجمن مذکور کے ماہنامہ کے مدیر بھی تھے۔ بہت سی تصانیف کے مصنف بھی تھے جن میں سے چند تصانیف کے نام حسب ذیل ہیں:۔

(۱) الاقوال الصحیحہ فی جواب الجرح علی ابی حنیفہؒ (۲) تحفہ شیعہ (ضخیم کتاب) (۳) تذکرۂ مشائخ نقشبندیہؒ (ضخیم) (۴) شرح قصیدہ بردہ شریف (۵) سیرۃ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلّم (ضخیم) (۶) اعجاز القرآن (۷) ترجمہ "تحقیق المرام فی منع القرأۃ خلف الامام (مع حواشی) (تحقیق المرام حضرت مفتی صاحبؒ قاسمی کی تصنیف ہے) (۸) ترجمۂ اردو الرسالۃ الجلیلہ (اصل کتاب حضرت مفتی غلام مصطفےٰ صاحبؒ قاسمی کی تصنیف ہے)

مولانا توکلیؒ نہایت باخلاق متواضع اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ آپ کا وطن موضع چک قاضیاں (جس کو چک سردون نانہ بھی کہتے تھے) ضلع

لدھیانہ تھا۔ تقسیم ہند کے بعد اپنے برادر نسبتی چودھری محمد سلیمان صاحب ایڈوکیٹ لائل پور کے مکان میں فوت ہو کر لائل پور میں مدفون ہوئے۔ آپ علی گڑھ کالج سے ایم۔ اے پاس کرنے کے بعد امرتسر آئے تھے۔ "تاریخ وفات ۲۴ر مارچ ۱۹۴۸ء"

مولانا مفتی عبد الصمد خاں صاحبؒ امرتسری

آپ حضرت مفتی صاحبؒ قاسمی کے اولین شاگردوں میں سے تھے۔ آپ نے اکثر درسی کتابیں حضرت مولانا قاسمیؒ سے پڑھیں۔ اور کچھ کتابیں حضرت مولانا حبیب اللہ صاحبؒ پشاوری ثم امرتسری سے (جن کا ذکر خیر حضرت قاسمیؒ کے اساتذہ میں ہو چکا ہے) آپ کو علم فقہ، علم تدریس اور علم طب میں اچھی مہارت تھی۔ علاوہ فتوے نویسی اور درس و تدریس کے مطب بھی کرتے تھے۔

ایک دفعہ آپ نے ایک اختلافی مسئلہ میں مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم ایڈیٹر اہل حدیث امرتسر کے ساتھ مناظرہ بھی کیا تھا۔

آپ نے چند رسائل بھی تصنیف فرمائے تھے۔ جن میں سے ایک رسالہ کا نام "صکوکۃ النقی غام علی اعنی ابو الامام الھمام" تھا۔ ۱۳۲۶ھ میں امرتسر میں فوت ہو کر مدفون ہوئے۔

مولانا عبد العزیز، مولانا غلام احمد حکاک اور مولانا رسول شاہ امرتسری

یہ تینوں بزرگ حضرت مفتی صاحبؒ قاسمی کے شاگرد اور بیٹوں کی طرح عزیز

تھے۔ ان تینوں حضرات کو بھی حضرتؒ سے اس قدر محبت تھی جیسے اولاد کو ماں باپ کے ساتھ ہوتی ہے۔

مولانا عبدالعزیز صاحبؒ کے متعلق "تاریخ کبیر کشمیر" صفحہ ۲۸۸ میں لکھا ہے:۔

"اصلش از کشمیر موضع آرگام بود حسب مفہوم آب و دانہ پدرش بطرف امرتسر رفتہ در آنجا متاہل شد۔ مولوی موصوف در شہر مذکور متولد شدہ الکتاب علوم از مفتی ابو نذیر غلام رسول صاحبؒ تا نہی امرتسری نمودہ بعد ازاں اورا ہوس سیاحت اطراف ہندوستان دامنگیر شد و آداب طریقت از حضرت شمس الدینؒ چشتی و حاجی الٰہی بخشؒ صاحب آموخت و صاحب فلاح و صلاح گردید۔ بتاریخ ہفتدہم ماہ رمضان سنۃ ہزار و سہ صد و بیست و یک (۱۳۲۱ھ) پیک اجلش رسید و از دنیا بعقبیٰ پرید در شہر امرتسر در قبرستان "لولاکا" در حظیرۂ اقارب مفتی صاحب موصوفؒ مدفون گردید"۔

مولانا رسول شاہ صاحب مرحوم کے متعلق "تاریخ کبیر کشمیر" میں لکھا ہے:۔

"کتب صرف و نحو و فقہ وغیرہ از مفتی غلام رسولؒ شہید امرتسری خواندہ و مدتے بتجارت مشغول بود چوں بازار تجارتش سست گردید در شہر امرتسر امامت مسجد کلاں محلہ

حکیماں اختیار کرد۔ مرد صالح و خوش خلق و ذہین الطبع بود چند رسائل تنظیم فارسی و کشمیری و قصائد و غزلیات یادگار او ست۔ اول ماہ صفر یوم چہار شنبہ سنہ ہزار و سہ صد و بست و دو (۱۳۲۲ھ) فوت شدہ و در شہر امرتسر در خطیرہ مفتی موصوفؒ در مقبرہ "بلاکا" مدفون است" (صفحہ ۳۵۲)

مولانا عبد العزیز صاحب موصوفؒ[ع] تلو بھنگیاں امرتسر میں سکونت رکھتے تھے۔ مولانا غلام احمد صاحب حکاک مرحوم نے تحصیل علوم کے بعد تجارت کا شغل اختیار کر لیا تھا۔

مولانا حکیم ڈاکٹر غلام رسولؒ امرتسری

آپ نے صرف و نحو و منطق اور فقہ و تفسیر وغیرہ علوم و فنون کی تمام کتابیں حضرت مولانا مفتی پیر غلام رسول صاحبؒ قاسمی سے پڑھی تھیں۔ آپ حضرت مفتی صاحبؒ کے مخلص اور جان نثار شاگردوں میں سے تھے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے مرض وفات کے ایام

ع مولانا عبد العزیز صاحب مرحوم کے شاگردوں میں سے مولانا غلام احمد صاحب اخگر مرحوم (تلو بھنگیاں امرتسر متوفی ۱۹۳۷ء) مشہور صحافی اور شاعر گذرے ہیں مذاہب باطلہ مرزائیت وغیرہ کے مقابلہ میں شمشیر برہنہ تھے۔ اخبار "اہل فقہ" امرتسر کے مدیر تھے۔ شعر بھی کہتے تھے۔ آپ کے تین صاحبزادے لاہور کے مختلف دفاتر میں ملازم ہیں۔ منجھلے صاحبزادے منظور الحسن صاحب پنجاب سیکرٹریٹ لاہور میں سیکشنل آفیسر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔

ہیں آپ نے ان کی انتہائی خدمات سرانجام دی تھیں۔

آپ نے یونانی طب کی کتابیں دہلی کے آخری تاجدار شہنشاہ بہادر شاہ ظفر مرحوم کے طبیب خاص حکیم احسن اللہ خاں مرحوم (متوفی ۱۸۷۳ء) سے اور ایلوپیتھک کی کتابیں ڈاکٹر خیرالدین مرحوم سے (جو اس زمانہ میں امرتسر کے ہیلتھ آفیسر تھے) پڑھیں۔ ہومیوپیتھک کی کتابوں کا مطالعہ آپ نے خود فرمایا تھا۔ غرض آپ جامع الکمالات طبیب تھے۔ پروفیسر غلام مصطفےٰ صاحب تبسم ایم۔اے امرتسری (حال مقیم لاہور) نے اپنی کتاب "کلیات طغرائی" کے صفحہ ۴۴ میں لکھا تھا۔

"علامہ حکیم غلام رسول علوم دینیہ کے زبردست عالم ہونے کے علاوہ فن طب میں بھی ید طولیٰ رکھتے ہیں۔"

حکیم صاحب موصوف نے چند رسائل بھی تصنیف فرمائے تھے۔

(۱) رسالہ لحمیہ مع ضمیمہ (مسئلہ گوشت خوری پر آریہ سماجیوں کا رد)

(۲) تحفۂ صادقیہ (علمی) (۳) خرقۃ الفقراء (تصوف)

(۴) اطاعۃ الرسولؐ (ردِ فتنۂ انکارِ حدیث)

آپ نے ایک سو پندرہ (۱۱۵) برس کی لمبی عمر پاکر ۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ اپریل ۱۹۳۶ء میں انتقال فرمایا (غفر اللہ لہ)

حکیم صاحب کے متعلق یہ معلومات حکیم صاحبؒ کے نواسوں حکیم محمد شریف صاحب ساجدعہ ایم۔اے (راولپنڈی) اور حکیم بشیر احمد صاحب امرتسری

عہ ساجد صاحب بتاریخ ۹ ستمبر ۱۹۷۲ء اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(لاہور) سے حاصل ہوئے ہیں۔ آپ کی اولاد نرینہ نہیں تھی۔

نکاح و اولاد حضرت مفتی صاحبؒ کی روحانی اولاد کے ذکر کے بعد آپ کی صلبی اولاد کا مختصر تذکرہ بھی مناسب معلوم ہوا۔ آپ نے یکے بعد دیگرے تین نکاح کئے تھے۔ پہلی بیوی صاحبہ سے ایک صاحبزادہ تولد ہوا تھا جو بچپن میں انتقال کر گیا تھا۔ دوسری بیوی صاحبہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ تیسری بیوی[ف] صاحبہ سے دو صاحبزادے (پیرزادہ محمد زبیر صاحب قاسمی و پیرزادہ محمد ہادی صاحب قاسمی) اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں دونوں صاحبزادے بفضلہ تعالیٰ بقید حیات ہیں۔ اول الذکر کراچی میں اور ثانی الذکر سیالکوٹ میں مقیم ہیں۔ دونوں صاحبزادے ماشاء اللہ کثیر اولاد ذکور و اناث کے باپ ہیں۔ حضرت مفتی صاحب کی صاحبزادیوں میں سے صرف ایک صاحبزادی موجود ہیں۔ جن کے شوہر سید محمد نعیم صاحب بخاری ریٹائرڈ پولیس انسپکٹر بنگال و حال مقیم لاہور ہیں۔ بڑے داماد "خان بہادر" سید میر غیاث الدین صاحب سابق اتاشی وائسرائے ہند بھی

(بقیہ حاشیہ ص ۱۳۴) کو رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (محمد بہاء الحق)

ف آپ سید میر عبدالمجید شاہ صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ سید صاحب مرحوم کے مریدین کا حلقہ بمبئی، کلکتہ اور برما تک وسیع تھا۔ ان کے ایک صاحبزادہ حکیم سید مصطفےٰ شاہ مرحوم ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مطب کرتے تھے۔ اور ۱۹۰۳ء میں وہیں فوت ہو گئے تھے۔ حکیم صاحب کے ایک صاحبزادہ سید سعید شاہ صاحب سری نگر میں اس وقت زندہ موجود ہیں۔

زندہ ہیں۔ اللہ بفضلہ تعالےٰ سب فارغ البالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں

حضرت پیر صدیق اللہ قاسمیؒ کی اولاد

مولانا پیر احمد اللہ قاسمیؒ و پیر عبدالرحمٰن قاسمیؒ

حضرت پیر صدیق اللہ صاحبؒ قاسمی کے دو صاحبزادے تھے (۱) مولانا پیر احمد اللہ صاحبؒ قاسمی (۲) پیر عبدالرحمٰن صاحبؒ قاسمی۔ مولانا پیر احمد اللہ صاحب قاسمی نہایت ذہین عالم تھے۔ آپ نے حضرت علامہ مولانا سید سعید الدین صاحب اندرابی کشمیری رحمہ اللہ اور

؎ علامہ اندرابیؒ نے اپنے والد ماجد حضرت میر سید جمال الدینؒ اندرابی (متوفی ۱۲...ھ) اور حضرت شیخ اکبر بادیؒ تازہ بل کشمیری (متوفی ۱۲۴۳ھ) سے بعض علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے۔ اس کے بعد آپ دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں کئی سال تک اقامت پذیر رہے اور اس عرصہ میں آپ نے مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ محدث دہلوی (متوفی ۱۲۶۲ھ) سے حدیث کی کتابیں پڑھیں اور سند حاصل کی۔ منطق اور فلسفہ کی کتابیں مولانا مفتی صدر الصدورؒ کشمیری ثم الدہلوی (متوفی ۱۲۸۵ھ) سے اور علم ہیئت و ہندسہ کی کتابیں مولانا مملوک علی صاحبؒ نانوتوی ثم الدہلوی (متوفی ۱۲۶۷ھ ۱۸۵۱ء) سے پڑھیں۔ اور مولانا محمد شریف صاحبؒ سے آداب سلوک بطریق نقشبندیہ مجددیہ سیکھے۔ تکمیل کے بعد کشمیر آکر مسند درس و ارشاد پر متمکن ہوئے۔ اور مخلوق خدا کو اپنے فیض سے مستفیض فرماتے رہے اور ۱۳۰۲ھ میں واصل بحق ہو کر کشمیر ہی میں مدفون ہوئے۔ (تاریخ کبیر کشمیر صفحہ ۸) علامہ سید سعید الدین اندرابیؒ کے برادر اکبر (بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

حضرت مولٰنا قطب الدین صاحب امرتسری رحمہ اللہ اور دیگر علماء حقانی سے تعلیم حاصل کی تھی۔

مؤلف "تاریخ کبیر کشمیر" نے مولٰنا احمد اللہ صاحبؒ اور منشی پیر عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کا بھی مختصر تعارف کرایا ہے۔ چنانچہ وہ صفحہ ۳۱۰ میں لکھتے ہیں :-

"مولوی احمد اللہؒ قاسمی خلف پیر صدیق اللہؒ قاسمی کہ ذکرش در تحفۂ مشائخ رفت شاگرد مولوی حمایت اللہؒ کشتواڑی و مولوی قطب الدینؒ سیالکوٹی (ثم امرتسری) و مولوی احسن اللہ لاہوری بود۔ بعد آں در کشمیر آمدہ از خدمت سید سعیدؒ صاحب اندرابی تکمیل علم فرمود۔ بعد شش ماہ باز بہ امرتسر رفتہ بر جادۂ تدریس مستقر گردید و بر دست حاجی الٰہی بخشؒ صاحب در طریقۂ نقشبندیہ بیعت نمود و چند قصائد در نعت گفتہ است۔ در سنۂ ہزار و سہ صد و چہار

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۶) سید جلال الدینؒ اندرابی کے پڑپوتے مولٰنا حافظ سید میرک شاہ صاحب اندرابی آج کل لاہور میں مقیم ہیں آپ کو حدیث کی سند حسب ذیل بزرگوں سے حاصل ہے۔

(۱) حضرت شیخ حسن بیتیؒ محلہ خانیار سرینگر (۲) مولٰنا خلیل احمد صاحبؒ انبیٹھوی شارح ابوداؤد (۳) مولٰنا محمد صدیق صاحبؒ تلمیذ حضرت مولٰنا احمد علی صاحبؒ محدث سہارنپوری (۴) حضرت علامہ مولٰنا محمد انور شاہ کشمیریؒ۔ مولٰنا میرک شاہ صاحب موصوف دارالعلوم دیوبند، مدرسہ دارالرشاد پیر جھنڈو (سندھ)، تبلیغ کالج کرنال، مدرسہ امدادیہ مراد آباد، دارالعلوم مئو ضلع اعظم گڑھ، اور اورینٹل کالج لاہور میں بحیثیت مدرس علمی خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں۔ اوقاف بورڈ کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔

(۱۳۰۴ھ) ازیں دنیا رحلت کرد در امرتسر در مقبرہ " بلاسا " در خطیرۂ اسلاف مدفون شد۔ و برادرش منشی عبدالرحمٰن صاحب اِنْ شَاءَ اللّٰہ نیز در آں مقبرہ مدفون است۔"

منشی محمد الدین صاحب فوقؔ لاہوری نے بھی مولانا کا ذکر خیر " تاریخ اقوام کشمیر " جلد اوّل اور کتاب " ملک العلماء علاّمہ عبدالحکیم " کے صفحہ ۲۴ میں کیا ہے۔

مولانا موصوفؒ کی ہمشیرہ محترمہ مولانا پیر عبدالعزیز صاحب قاسمی کے نکاح میں تھیں۔ گویا آپ راقم الحروف (محمد بہاء الحق) کے والد ماجد مولانا مفتی پیر غلام مصطفےٰ صاحب قاسمی کے ماموں بھی تھے اور آپ کے والد محترم کے چچا زاد بھائی بھی۔

ان دونوں بھائیوں (مولانا احمد اللہ صاحب مرحوم و منشی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم) کی کوئی اولاد موجود نہیں۔ اور اس طرح خاندان قاسمی کی یہ ایک شاخ انہیں دو بھائیوں پر ختم ہو گئی۔

مولانا پیر عبدالعزیز صاحبؒ قاسمی کے صاحبزادے

اب میں مولانا پیر عبدالعزیز صاحبؒ قاسمی کے لائق فرزندوں کا ذکر کرتا ہوں۔ آپ کے دو صاحب زادے تھے۔

(۱) مولٰنا مفتی پیر غلام مصطفٰےؔ صاحب قاسمی رحمہ اللہ
(۲) مولٰنا الحاج پیر غلام محی الدین صاحب قاسمی رحمہ اللہ

مولٰنا مفتی غلام مصطفٰےؔ صاحب رحمہ اللہ کا جو تذکرہ حکیم محمد موسٰے صاحب سلّمہ اللہ نے ماہنامہ "تبلیغ الاسلام" راولپنڈی مجریہ ماہ جولائی ۱۹۶۱ء میں شائع کرایا تھا۔ اس کو مناسب ترمیم و اضافہ کے ساتھ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ آپ کے اور آپ کے تلامذہ کے تذکرہ کے بعد آپ کے برادرِ خورد مولٰنا پیر غلام محی الدین رحمہ اللہ کا مختصر ذکر کیا جائے گا۔ وبیدہ التوفیق۔

★

حضرت مولٰنا پیر غلام مصطفٰے صاحب قاسمی

ابتدائی حالات

حضرت مفتی غلام مصطفٰے قاسمیؒ نے ابتدائی رسائل اپنے بزرگ ماموں مولٰنا پیر احمد اللہ صاحبؒ قاسمی (متوفی ۱۳۰۴ھ) سے پڑھے۔ جو حضرت علاّمہ سید میر سعید صاحب اندرابی کاشمیریؒ (متوفی ۱۲۸۲ھ) کے شاگرد تھے۔ اور علاّمہ اندرابی حضرت مولٰنا شاہ محمد اسحٰق محدّث دہلویؒ (متوفی ۱۲۶۲ھ) کے فاضل تلامذہ میں سے تھے۔

ابتدائی رسائل پڑھنے کے بعد آپ نے باقی تمام منقولات ومعقولات اور علوم وفنون کی کتابیں اپنے بزرگ چچا علاّمہ غلام رسولؒ قاسمی سے پڑھیں۔ ان کے سوا کسی اور استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا۔ تکمیل وتحصیل علوم کے بعد آپ نے اپنے بزرگ چچا کی سرپرستی میں درس وتدریس، وعظ وتبلیغ اور تحریر وتسوید کا سلسلہ شروع کردیا۔ اور اپنی علمی وعملی صلاحیتوں کی وجہ سے اپنے استاد کے جانشین قرار پائے۔ اور آخر دم تک جانشینی کے فرائض بحسن وخوبی سرانجام دیتے رہے۔

صورت وسیرت

آپ میانہ قد، گھنی اور خوبصورت داڑھی رکھتے تھے۔ رنگ گورا تھا۔ آنکھیں اور

ناک نہایت دلکش۔

مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری مرحوم (متوفی سنہ ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ء) فرمایا کرتے تھے:۔

"میں جن دنوں حضرت مفتی غلام مصطفٰے صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ سے سبق پڑھا کرتا تھا۔ تو میں کتاب سے زیادہ مفتی صاحب کی آنکھوں کا زیادہ مطالعہ کیا کرتا تھا۔ جن میں غضب کی نورانیت اور کشش تھی۔"

بڑھاپے میں بھی آپ بے حد خوبصورت تھے۔ اس حسنِ صورت کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے آپ کو حسنِ سیرت سے بھی نوازا تھا۔ اپنوں اور بیگانوں سب کے ساتھ مروّت اور مہربانی کا معاملہ فرماتے۔ مسجد سے مکان اور مکان سے مسجد تک آنے جانے میں غضِ بصر کے حکم کی پابندی کرتے۔ آپ کو دائیں بائیں تاکنے جھانکنے کی عادت نہیں تھی۔

آپ کی محبوبیت

آپ کی ان نیک خصائل کے باعث امرتسر کے لوگ آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اہلِ محلہ کا یہ اعتقاد تھا کہ "ہمارے بچے بیمار ہوتے ہیں تو آپ کی دعا اور دم کی برکت سے تندرست ہو جاتے ہیں۔"

لوگ آپ کو صرف عالم کی حیثیت سے نہیں۔ بلکہ ایک درویش صفت بزرگ کی حیثیت سے جانتے تھے۔ راقم الحروف نے آپ کے اہلِ محلہ سے

جب بھی آپ کا ذکر کیا۔ تو اُن کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور تقریباً سب نے یہی کہا کہ وہ ولی اللہ تھے۔

قناعت اور استغناء

آپ امرتسر کے ایک کم رونق محلّے (بازار کمہاراں) میں شہر کے مرکزی حصّے سے دور ہمیشہ گوشہ نشین رہے۔ مولٰنا پیر سلام الدین صاحبؒ قاسمی (متوفی ۱۹۵۰ء) کے تقرر سے پہلے جامع مسجد خان بہادر میاں محمد جان مرحوم واقع ہال بازار متصل کڑہ توالی امرتسر کی خطابت کے لئے آپ سے درخواست کی گئی۔ تو آپ نے انکار کر دیا۔ حضرت مولٰنا مولوی الحاج نور احمد رحمۃ اللہ علیہ خطیب مسجد شیخ بڈھا و خطیب عیدگاہ امرتسر و بانی مدرسہ نعمانیہ امرتسر (متوفی ۱۳۴۸ھ) کے انتقال کے بعد خان بہادر خواجہ غلام صادق مرحوم رئیس اعظم و متولی عیدگاہ اور خواجہ غلام محی الدین صاحب ایڈوکیٹ مرحومؔ اور جناب مولوی

؎ خواجہ صاحب مرحوم امرتسر کے بلند مرتبہ وکیل تھے۔ خصوصاً دیوانی مقدمات میں کامیاب ترین وکیل مانے جاتے تھے۔ آپ حنفیہ کی مشہور و مدلل کتاب "ھدایہ" سبقاً سبقاً پڑھنے کے لئے اپنے مکان واقع کٹڑہ گھنیاں سے اپنی گاڑی پر سوار ہو کر محلہ کمہاراں میں حضرت مفتی غلام مصطفٰے قاسمیؒ مرحوم کی خدمت میں پہنچا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نکاح، طلاق، وصیت، وراثت وغیرہ کے مقدمات میں آپ مرجع انام تھے۔ آپ ایم اے او کالج (امرتسر) کمیٹی کے چیئرمین اور انجمن نصرۃ الحق حنفیہ کے جنرل سکرٹری تھے۔ تقسیم ہند کے بعد جہلم میں مقیم ہو گئے تھے وہیں وفات پائی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے آمین۔

سراج الدین احمد بار ایٹ لاء حال مقیم لاہور ایک وفد کی شکل میں حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ آپ عید گاہ کی خطابت کے فرائض اپنے ذمہ لیں۔ تو آپ نے عذر کر دیا۔ اور فرمایا کہ آپ مولوی محمد حسن صاحب کو منصب خطابت کے لئے مقرر کریں۔ چنانچہ مولانا موصوف (متوفی سنہ ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء) کا تقرر عمل میں آگیا۔

غرض استغناء، قناعت، گوشہ نشینی اور سادگی آپ کی سیرۃ کے خاص اجزاء ہیں۔ غرباء کے ساتھ بہت مانوس تھے۔ طمطراق اور ٹھاٹھ سے سخت متنفر تھے۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا بہاء الحق قاسمی مدظلہ العالی ایک اچھا سکونتی مکان بنوانے لگے۔ تو انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت مفتی صاحبؒ سے درخواست کی کہ آپ اپنے دست مبارک سے بنیاد رکھیں۔ تو فرمایا:۔

"بنیاد وہ رکھے جس نے ابھی کچھ مدت اور اس دنیا میں رہنا ہے۔ میں تو چراغ سحری ہوں۔"

اس کے بعد فرمایا کہ — "مولوی محمد حسن صاحب کو اس کام کے لئے بلوالو۔"

چنانچہ یہی ہوا کہ مکان کی بنیاد تو حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ سے رکھوائی گئی اور خود چند ہی دنوں کے بعد واصل بحق ہو گئے۔

درس و تدریس | آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ پڑھنے پڑھانے میں بسر

ہوا۔ تحصیل و تکمیل کے بعد انفرادی اور شخصی طور پر طلبا کو لوجہ اللہ (بغیر کسی معاوضے) کے پڑھاتے رہے۔ مدرسہ نصرۃ الحق حنفیہ کا اہتمام بھی سالہا سال تک بلا معاوضہ فرمایا۔ پوری جوانی اور بڑھاپے کا غالب حصہ اسی مخلصانہ حسنِ عمل میں گذارا۔ لیکن جب عیال زیادہ وسیع ہو گیا اور ضروریاتِ زندگی بڑھ گئیں۔ تو مولانا پیر سلام الدین صاحب قاسمی سابق خطیب جامع مسجد میاں محمد جان مرحوم و مہتمم مدرسہ نصرۃ الحق حنفیہ (عم زاد حضرت مفتی صاحبؒ) اور خواجہ غلام محی الدین ایڈووکیٹ جنرل سکرٹری انجمن نصرۃ الحق اور دیگر ممبران انجمن کے اصرار پر آپ نے اہتمام سے مستعفی ہو کر صدر مدرس مدرسہ مذکور کی حیثیت سے کام کرنا اور مشاہرہ لینا بھی منظور فرمالیا۔ کافی عرصے تک تو آپ مدرسہ واقع مسجد میاں محمد جان مرحوم ہال بازار میں تشریف لے جاکر طلباء کو پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد آپ کی عمر کے تقاضے کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے آپ کے مدرسہ میں آنے کی بجائے طلباء کو کہہ دیا گیا کہ وہ خود حضرت مفتی صاحبؒ کے پاس جاکر پڑھ آیا کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا طبی کتابیں بھی پڑھاتے تھے۔ طب کی مشہور درسی کتاب "نفیسی" پڑھانے میں آپ کو خاص ملکہ تھا۔ مگر کچھ عرصہ بعد آپ کی بصارت کمزور ہو گئی تو صدر مدرسی سے بھی مستعفی ہو گئے۔ آنکھ کا آپریشن کرانے کے بعد بھی مطالعہ کا شغل جاری رہا۔ اور جب نقاہت بڑھ گئی تو آپ نے سوائے ذکر اللہ کے سب مشاغل ترک فرمادیئے تھے۔

فتویٰ نویسی درس و تدریس کے علاوہ فتویٰ نویسی آپ کا ایک مستقل شغل تھا۔ اس سلسلے میں آپ مرجع انام تھے۔ ملک کے تقریباً ہر حصے سے آپ کی خدمت میں استفتا آتے۔ جن کے محققانہ جوابات تحریر فرماتے۔ اگر آپ کے فتاویٰ کو جمع کیا جاتا تو ایک ضخیم دفتر تیار ہوتا۔ فتاویٰ کا کچھ حصہ آپ کے صاحبزادہ مولٰنا بہاءالحق قاسمی کے پاس امرتسر میں موجود تھا۔ جس کو "فتاویٰ قاسمیہ" کے نام سے وہ شائع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں جہاں ان کا وسیع کتب خانہ برباد ہوا۔ وہاں فتاویٰ مذکور بھی تلف ہو گئے۔

تصنیفات درس و تدریس اور فتویٰ نویسی کے علاوہ آپ تالیف و تصنیف کے ذریعے بھی خدمت دین فرماتے رہے۔ چنانچہ آپ نے بہت سے رسائل تصنیف فرمائے جو سب کے سب زیور طباعت سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ ان میں سے جن چند رسائل کے نام راقم الحروف کو معلوم ہو سکے وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) "الرسالۃ الجلیلہ فی اثبات الوسیلہ" یہ رسالہ عربی زبان میں تھا جس کا اردو ترجمہ مولٰنا نوربخش صاحب توکلی مرحوم ایم اے سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور نے کیا تھا (توسل بالانبیاء و الاولیاءؑ کے اثبات میں)

(۲) "تکمیل الابصار بمولد سیّد الابرارؐ" (اردو)

(۳) "زبدۃ البضاعۃ فی مسائل الرضاعۃ" (اردو) ان تینوں رسائل

کا موضوع ان کے ناموں سے ظاہر ہے۔

(۴) "سرور المحزون" اس اردو رسالہ میں اُن اعتراضات کے جوابات دیئے گئے تھے جو بنارس کے ایک مولوی صاحب نے فقہ حنفی اور سیدنا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر کئے تھے۔

(۵) "تحفۂ آسمانی" مسئلہ تقدیر کے موضوع پر تھا۔

(۶) "مجمع البحرین" اس عربی رسالہ کے دو موضوع تھے۔ پہلے حصّہ میں حدوثِ عالم کو عقلی دلائل سے ثابت فرمایا تھا اور دوسرے حصّہ میں علم غیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بحث کرتے ہوئے بتایا تھا کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی نے تمام مخلوقات سے زیادہ مغیبات کا علم عطا فرمایا ہے۔ لیکن اس کے باوجود لفظ "عالم الغیب" کا اطلاق اور علم محیط اللہ تعالٰی کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ رسالہ آپ نے سید سبحان اللہ خان مرحوم رئیس اعظم گورکھپور (انڈیا) کے مکان پر تحریر فرمایا تھا جب کہ آپ رئیس موصوف کی دعوت پر[عہ] ان کے ہاں چند دنوں کے لئے

عہ سید سبحان اللہ خاں رئیس مرحوم نے حضرت مفتی صاحب کو آخری دعوت اپنے صاحبزادہ کی شادی کی تقریب پر دی تھی جس میں اور بھی بہت سے علماء و مشاہیر مدعو تھے۔ مثلاً مولانا عبدالماجد بدایونی (متوفی ۱۳۵۰ھ) مولوی عبدالحلیم شرر مرحوم (متوفی ۱۹۲۶ء) وغیرہ تھا۔ اس سفر میں آپ نے لکھنؤ کے بزرگ علمائے فرنگی محل اور حضرت مولانا عین القضاۃ حیدر آبادی ثم لکھنوی (متوفی ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۵ء) سے ملاقات فرمائی تھی۔ چنانچہ ان بزرگوں نے مفتی صاحب کی بڑی آؤ بھگت کی تھی اور اپنی تصانیف ہدیۃً پیش کیں۔

بطور مہمان رونق افروز تھے۔ رئیس موصوف فاضل اجل مولانا عطاء اللہ کاشمیری مرحوم (متوفی ۱۳۲۱ھ) تلمیذ حضرت علامہ غلام رسول قاسمی کے شاگرد تھے۔ اس تعلق پر رئیس موصوف کبھی کبھی حضرت مفتی صاحب رہ کو گورکھپور آنے کی دعوت دیا کرتے تھے۔ اور خود بھی ایک دو مرتبہ مفتی صاحب رہ کے ہاں امرتسر تشریف لائے تھے۔

(۷) "احسن التقریر فی مسئلۃ التکفیر" یہ رسالہ عربی زبان میں تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ ضروریات دین کا انکار اور قطعیات میں تاویل کفر ہے اور اس کے ساتھ لزوم کفر اور التزام کفر کا فرق واضح کرتے ہوئے ثابت فرمایا تھا کہ دیوبندی، بریلوی اور اہلِ حدیث کی بعض تعبیرات کو غلط قرار دیا جا سکتا ہے لیکن ان میں سے کسی گروہ کی تکفیر جائز نہیں۔ البتہ جن فرقوں نے ضروریات دین کا انکار و استخفاف کیا ہے۔ وہ تاویل و تلبیس کا لبادہ اوڑھنے کے باوجود بھی حکم تکفیر بمعنی خروج عن الاسلام سے نہیں بچ سکتے مثلاً مدعیان نبوت اور ان کے پیرو۔

(۸) "مسئلہ طلقات ثلثہ" (اردو) اس رسالے کا موضوع اس کے عنوان سے ظاہر ہے۔ اس میں ثابت کیا گیا تھا کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی حتیٰ کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بلکہ جمہور محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب یہی ہے کہ ایک دفعہ تین طلاق دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں اور یہی مذہب حق ہے وماذا بعد الحق الا الضلال

(۹) "پوتے کی وراثت" (اردو) اس رسالے کے دو نمبر الگ الگ شائع

ہوتے تھے۔ جن میں پوتے کی وراثت کے متعلق اُمت کے متفق علیہ موقف کے حق میں دلائل دیئے گئے تھے اور ملحدین کے اعتراضات کا جواب دیا گیا تھا۔

(۱۰) "ترجمہ الالہام الصحیح" یعنی حضرت مولٰنا مفتی غلام رسول صاحبؒ قاسمی کی مایہ ناز تصنیف "الالہام الصحیح فی اثبات حیات المسیح" کا اُردو ترجمہ جو اصل کتاب کے ساتھ ۱۳۱۱ھ میں شائع ہوا تھا۔

(۱۱) "جرح و تعدیل" اس اردو رسالے میں بتایا گیا تھا کہ "بعض الناس" نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر جو جرح کی ہے وہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔

(۱۲) "معجزہ و سحر" اس رسالہ میں سرسید احمد خاں کے خیالات متعلقہ معجزات پر آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں تنقید کی گئی تھی۔

ان تصنیفات کے علاوہ آپ کے مضامین بعض مذہبی جرائد میں بھی شائع ہوتے تھے۔ رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور میں آپ کے مضامین اور فتاویٰ بھی شائع ہوتے رہے ہیں جو راقم الحروف کی نظر سے گذر چکے ہیں۔

رسالہ "انوارِ محمدی" کی ادارت

اٹھارویں صدی عیسوی کے آخری چند سالوں میں (رسالہ کے اجراء کا صحیح علم نہیں ہو سکا) "مجلس انوار محمدیہ" امرتسر کے زیر اہتمام "انوار محمدی" کے نام سے ایک ماہوار رسالہ جاری تھا۔ جس کی ترتیب و ادارت کا کام حضرت مفتی صاحبؒ کے سپرد تھا۔ آپ اس ماہنامہ میں عیسائی مشنریوں، آریہ سماجی پرچارکوں اور مرزا غلام احمد قادیانی اور

نیچریوں کے اعتراضات کا جواب دیتے تھے۔

مسلک و مشرب آپ مذہبًا حنفی اور مشربًا نقشبندی مجددی تھے۔ اجتہادی مسائل میں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ میں سے کسی ایک کی تقلید کو ضروری جانتے تھے۔ دیوبندی، بریلوی مخاصمت سے حتی الوسع اجتناب فرماتے۔ دونوں میں سے کسی کی تکفیر کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ اگر کوئی جماعت دوسری جماعت کی تکفیر کرتی تو بلاخوف لومۃ لائم کھلے الفاظ میں اس سے بیزاری کا اظہار فرماتے۔ اہل حدیث حضرات سے اختلاف تو تھا۔ لیکن ان کی تکفیر بھی نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ مشہور اہل حدیث عالم مولٰنا ثناء اللہ مرحوم امرتسری کے خلاف خود بعض اہل حدیث علماء نے تکفیر کا فتوٰے دیا۔ اور ان میں سے بعض حضرات سنی صاحب کی خدمت میں اس فتوے پر دستخط کرانے کے لئے آئے۔ تو آپ نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ ہاں اگر اسلام کے قطعی عقائد کے خلاف کسی گوشہ سے کوئی آواز بلند ہوتی تو آپ بیتاب ہو جاتے۔ خود بھی فتنہ کے انسداد کی کوشش فرماتے اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث علماء سے اشتراک عمل کرتے ——— ہر طبقہ کے علماء و مشائخ سے گہرے مراسم رکھتے تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولٰنا محمد انورشاہ صاحب سابق صدر مدرس دارالعلوم دیوبند، حضرت مولٰنا عبدالحق دہلوی صاحب تفسیر حقانی اور حضرت مولٰنا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی رحمہم اللہ جب کبھی امرتسر تشریف لاتے۔ تو آپ خود بھی ان سے ملتے اور وہ حضرات

بھی آپ سے ملاقات کے لئے آتے۔ پنجاب کے بعض مشہور مشائخ سے بھی ملاقات تھی۔ غرض مسلک متعین ہونے کے باوجود طبع مبارک میں فراخ دلی اور رواداری کا جوہر بدرجہ اتم موجود تھا۔

بیعت آپ کی بیعت حضرت خواجہ دین محمد صاحب عرف حضرت ملا صاحب مجددی رحمۃ اللہ علیہ چورہ شریف ضلع کیمبل پور (متوفی ۱۳۲۵ھ) فرزند ارجمند و خلیفہ ارشد حضرت خواجہ نور محمد صاحب عرف حضرت بابا جی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۹۲ھ) سے تھی۔ چاروں سلسلوں کی اجازت اور سند خلافت آپ کو مرشد سالک کی طرف سے حاصل تھی۔

رحلت آپ کا سن پیدائش تو معلوم نہیں۔ تخمیناً آپ کی عمر اسّی برس کے لگ بھگ ہوگی۔ جب آپ کو نمونیہ کا عارضہ لاحق ہوا خان بہادر ڈاکٹر میر ہدایت اللہ مرحوم آپ کا علاج کرتے رہے مگر افاقہ نہ ہوا۔ آخر چند روز بیمار رہ کر بتاریخ یکم محرم ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۶ اپریل ۱۹۳۳ء بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب کو اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرما گئے۔ اور جمعرات کے دن مسجد جامع حنفیہ محلہ کمہاراں کے احاطہ میں دفن کئے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن اس مسجد کو اب گوردوارہ بنا دیا گیا ہے۔ مگر حضرت مفتی صاحبؒ کی قبر ابھی تک محفوظ ہے۔ اور سکھ آپ کی قبر پر پھول بھی چڑھاتے ہیں مفتی صاحبؒ کے انتقال کی خبر اخبارات نے اہتمام سے شائع کی

امرتسر میونسپلٹی کے تمام دفاتر، مسلم سکولوں اور ایم اے او کالج میں تعطیل کر دی گئی۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ جنازے میں شرکت کر سکیں۔ امرتسر کے تمام مسلم طبقوں کے علماء و رؤساء کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی جنازہ میں شرکت کی۔ تقریباً بیس ہزار آدمی جنازہ میں شریک تھے۔ پنجاب اور کشمیر کے بعض شعراء نے مرثیے لکھے۔ ان میں سے عربی زبان کے ادیب شہیر حضرت مولانا محمد عالم آسیؒ (متوفی ۱۳۶۳ھ ۱۹۴۴ء) کا عربی مرثیہ اخبار "مساوات" امرتسر میں شائع ہوا تھا۔ حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳ صفر ۱۳۵۲ھ) حضرت مفتی صاحبؒ کے انتقال کے چند روز بعد تعزیت کے لئے دیوبند سے امرتسر تشریف لائے۔ اور اپنے دست مبارک سے مجمع عام میں آپ کے خلف الرشید مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی کی دستار بندی فرمائی۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ کا یہ سفر غالباً آخری سفر تھا۔

راقم آثم (حکیم محمد موسیٰ) کو مضمون لکھتے وقت ذیل کے تاریخی مادے سوجھے ہیں:۔

"مات فاضل"	"از دہر شدہ مفتی نامدار"	"دالاقدر شد مستور"
۱۳۵۲ھ	۱۳۵۲ھ	۱۳۵۲ھ

حضرت مفتی غلام مصطفٰے صاحبؒ قاسمی کے تلامذہ

حضرت مفتی صاحبؒ اردو، پنجابی اور کشمیری تینوں زبانوں میں یکساں

روانی، شگفتگی اور بے تکلفی کے ساتھ درس دیتے تھے۔ اس لئے آپ کے حلقۂ تلامذہ میں پنجابی، ہندوستانی، کشمیری، بنگالی، مدراسی اور پٹھان طلباء شریک ہوتے تھے۔ وادیٔ کشمیر کے طلباء کے لئے آپ کی درس گاہ نعمت غیر مترقبہ تھی۔ اس لئے کہ ہندوستان بھر کے کسی بھی علاقہ میں کوئی ایسا مدرسہ نہ تھا جس میں کشمیریوں کو اُن کی مادری زبان میں تعلیم دی جاتی ہو۔ صرف امرتسر میں حضرت مفتی صاحبؒ کی تنہا ذات بابرکات ایسی تھی جن سے کشمیری طلباء کو اکتساب و استفادہ میں شرح صدر اور اطمینان نصیب ہوتا تھا ـــــ راقم الحروف کو آپ کے تمام تلامذہ اور مستفیدین کے نہ تو نام معلوم ہیں نہ ان کا احاطہ کیا جاسکتا ہے۔ جو نام معلوم ہوسکے ان میں سے چند حضرات کا مختصر تذکرہ بغیر کسی ترتیب مراتب و تخصیص کے درج ذیل ہے:۔

مولانا مفتی عبدالکبیر صاحب کشمیری مدظلہٗ

آپ حضرت مفتی صاحبؒ کے درس میں کئی سال شریک رہے۔ مدرسہ نصرۃ الحق کے صدر مدرس اور مفتی مقرر ہوگئے۔ چنانچہ ۱۹۴۷ء تک امرتسر میں اپنے فرائض کو سرانجام دیتے رہے۔ فسادات کے دوران میں آپ کشمیر چلے گئے۔ کشمیری لیڈر شیخ محمد عبداللہ نے آپ کو جامعہ مدینۃ العلوم حضرت بل سری نگر کا پرنسپل مقرر کردیا اور اب تک اسی عہدہ پر فائز ہیں۔ متداول اور درسی کتابوں پر آپ کو بہت عبور ہے۔ مطالعہ کتب سے بڑا شغف ہے۔ آپ نے بھی حدیث کا دورہ

حضرت شاہ صاحب موصوفؒ سے پڑھا۔ آپ کی پیدائش ۱۱ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ میں ہوئی تھی۔ آپ چند کتابوں کے مصنف بھی ہیں جو اردو میں لکھی گئی ہیں۔ درس و تدریس آپ کا عمومی شغل ہے۔ طلباء کو بہت محنت اور شفقت سے پڑھاتے ہیں۔ (دام مجدہٗ)

مولانا مفتی سید عنایت اللہ شاہ مرحوم

آپ علاقہ کریر (کشمیر) کے مشہور مفتی تھے اور حضرت مولانا قاسمیؒ کے بہت پرانے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ کی وفات پر ایک بلیغ مرثیہ فارسی زبان میں لکھا تھا۔ جو نہیں مل سکا۔ آپ کے صاحبزادہ سید ضیاء الدین صاحب کریری مقیم راولپنڈی نے آپ کے حالات پر مشتمل ایک طویل مکتوب محمد بہاء الحق کے نام لکھا تھا۔ جس کا کچھ حصہ درج ذیل ہے:-

"مولانا مفتی سید عنایت اللہ شاہ صاحبؒ بخاری مفتی کشمیر مولانا سید عزیز اللہؒ صاحب کریری کے فرزند تھے۔ قصبہ "کریر" کشمیر کا مشہور قصبہ ہے۔ جس کی بنیاد حضرت سید محمد مراد صاحبؒ بخاری نے ۱۱۰۶ھ میں رکھی تھی۔ اس خاندان میں بڑے بڑے جلیل القدر علماء و مشائخ گذرے ہیں۔ مثلاً مولانا میر حسین صاحبؒ بت شکن، مولانا سید ثناء اللہ صاحبؒ کریری مولانا سید احمدؒ، مولانا سید یوسف شاہؒ، میر حمزہ کریریؒ، میر یوسفؒ کریری۔ یہ خاندان ۱۱۰۶ھ سے کشمیر میں خدمت

اسلام انجام دیتا رہا ہے۔ مولنا سید عنایت اللہ شاہ صاحب مرحوم اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ بچپن سے والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا۔ اس لئے ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام ان کے ماموں صاحبان میر قدرت اللہ اندرابی، سید قطب الدین[علہ] اندرابی، اور بلند پایہ بزرگ شیخ سلسلۂ کبرویہ سید علیؒ اندرابی کرالہ پوری نے فرمایا۔

مولنا سید عنایت اللہ شاہ موصوفؒ نے کشمیر میں ابتدائی تعلیم حاصل کی اس کے بعد امرتسر تشریف لے گئے وہاں تعلیم حاصل کرتے رہے پھر ہندوستان کی مشہور ریاست بھوپال گئے۔ جہاں مولنا میر حسینؒ بت شکن کے "مدرسہ بخاریہ" میں داخل ہوئے۔ مولنا میر حسینؒ بت شکن موصوف مولنا سید عنایت اللہ شاہ مرحوم کے عم محترم تھے۔ مولنا بت شکنؒ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں سے "خلعت الہنود" بہت مشہور ہے۔ جو راجہ اندرمن کی دل آزار کتاب "تحفۃ الاسلام" کے جواب[علہ] میں لکھی

علہ سید قطب الدین صاحب اندرابی مرحوم کے صاحبزادہ سید ضیاء الدین صاحب اندرابی مرحوم آزاد گورنمنٹ کشمیر کے وزیر صحت و بحالیات تھے۔ جو بتاریخ ۷ شوال ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۴ مارچ ۱۹۶۱ء انتقال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کو عیدگاہ راولپنڈی کے قبرستان میں دفنایا گیا۔

علہ یہ کتاب ۱۲۸۰ھ میں مطبع صدیقی بریلی میں چھپی تھی۔ (ملاحظہ ہو مقالہ بعنوان مطبع صدیقی بریلی کی تاریخی مطبوعات" جو پاکستان ہسٹری سائنس کراچی میں پڑھا گیا)

گئی تھی۔ مولٰنا عنایت اللہ شاہ موصوف نے ۱۹۳۱ء کی تحریک حریت کشمیر میں سرگرم حصہ لیا تھا۔ شیخ محمد عبداللہ صاحب رہنمائے کشمیر ان کی بے حد عزت کرتے۔ اور کہا کرتے تھے کہ میرے دل میں مولٰنا عنایت اللہ شاہ کا احترام میرے والد کی طرح ہے۔ مولٰناؒ نے مسلم کانفرنس کے اندر مرزائیوں کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا تانا بانا بکھیر کر رکھ دیا اور آخر مرزائیوں کو کانفرنس سے خارج کرا کر دم لیا۔ آپ جیل سے رہا ہو کر امرتسر آئے اور احرار رہنماؤں کو کشمیر کے حالات سے آگاہ کیا۔ چنانچہ آپ (محمد بہاء الحق قاسمی) اور مولٰنا محمد داؤدؒ غزنوی نے ان کی بہت مدد کی۔ آپ دونوں حضرات کی امداد کا تذکرہ والد مرحوم نے مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں خاص طور پر کیا تھا۔ سید صاحبؒ موصوف نے کچھ رسائل بھی تصنیف فرمائے تھے۔ جن میں سے "شانِ سادات"۔ "تعمیر مساجد" "اعتقادِ صحیح"۔ "مستحقین خیرات" کے نام یاد ہیں۔ آپ کی وفات بتاریخ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۹۳۷ء کشمیر میں ہوئی۔

میں اکثر والد مرحوم سے آپ کے جلیل القدر والد (مولٰنا مفتی غلام مصطفٰے صاحبؒ) کا ذکرِ خیر سنا کرتا تھا کہ وہ بڑے بلند پایہ عالم اور روحانی پیشوا تھے۔ بلکہ والد مرحوم اُن کے یوم وفات پر ہر سال تلاوت کلام اللہ کی مجلس منعقد کیا کرتے اور اس کا ثواب

مولٰناؒ کی روح کو پہنچاتے اور فرماتے کہ میرے استادِ محترم (مولٰنا قاسمیؒ) میرے ساتھ تمام شاگردوں سے زیادہ محبت فرمایا کرتے تھے۔ اِن واقعات کی بناء پر میں آپ کے اسمِ گرامی سے بہت پہلے سے واقف ہوں۔ اگرچہ اب تک آپ سے ملاقات نہ ہوسکی۔ میں لاہور آؤں گا۔ تو آپ سے ضرور ملاقات کروں گا۔"

(مفتی سید ضیاء الحق بخاری از کوہ مری ۲۶ اگست ۱۹۶۱ء)

مولٰنا ولی اللہ شاہ آپ علاقہ بارہ مُولہ (کشمیر) کے مقتدر اور باوضع علماء میں سے ہیں۔ مدرس بھی ہیں اور مبلغ بھی (سلمہ اللہ تعالےٰ)

مولٰنا حکیم غلام قادر شاہ مرحوم آپ علاقہ ترال کشمیر کے باشندہ اور حضرت مفتی صاحبؒ کے پُرانے شاگردوں میں سے تھے۔ علومِ عربیہ کی تکمیل کے بعد امرتسر کے مشہور فاضل طبیب حکیم مرید احمد مرحوم و مغفور سے طب پڑھی اور کشمیر جاکر مطب کیا اور وہیں فوت ہوئے۔ (غفرلہ)

مولٰنا حکیم سید نور الدین گیلانی مرحوم آپ موضع کیسر مرڈ ضلع ٹمکور (ریاست میسور جنوبی ہند) کے مشائخ کرام کے خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ سے تمام دینی علوم حاصل کئے۔ حکیم مرید احمد صاحب فاضل طبیب امرتسری مرحوم سے طب کی کتابیں پڑھیں اور طبیہ کالج دہلی میں داخل

ہوکر سند حاصل کی۔ پھر اپنے وطن جاکر معسکر بنگلور محمد علی بلڈنگ میں مطب جاری کیا۔ اور ساتھ ہی دینی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ایک دفعہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرؤوں نے ریاست میسور میں اپنے مذہب کی تبلیغ کی منظم کوشش کی۔ تو آپ ہی نے دفاع کا فریضہ ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ بخشے۔ ۱۹۳۱ء میں آپ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ ۱۹۳۲ء یا ۱۹۳۳ء میں ایک صاحبزادہ سید صدر الدین نامی تولد ہوا تھا۔ اس کے بعد کے حالات معلوم نہیں۔ نہ آپ کا سن وفات معلوم ہے۔ آپ حضرت مفتی صاحبؒ کے نہایت مخلص اور وفادار شاگردوں میں سے تھے۔

مولوی حکیم سید زین العابدین شاہ مرحوم

آپ کی پیدائش مقام نرسگرہ ضلع چکنگلور ریاست میسور (جنوبی ہند) میں ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۵ء میں ہوئی تھی۔ آپ ایک خوشحال اور معزز خاندان سے تھے۔ اردو فارسی کی تعلیم اپنے گھر میں رہ کر اور انگریزی کی تعلیم لکھنؤ اور لاہور میں حاصل کی۔ مدرسہ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں عربی پڑھنے کے لئے داخل ہوئے تھے۔ ۱۹۱۳ء میں امرتسر تشریف لائے تو اپنے ہموطن مولوی سید نور الدین شاہ گیلانی مرحوم کی رفاقت میں حضرت مفتی صاحبؒ سے تفسیر خازن اور تفسیر بیضاوی شریف اور معارف قرآن کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد دہلی جاکر طبیہ کالج میں داخل ہوئے۔ وہاں ۱۹۲۰ء میں سیاسی تحریکوں میں شریک ہوکر کام کیا۔ اس کے بعد ہندوستان کے تقریباً تمام مشہور مقامات کا سفر اختیار کرکے معلومات حاصل کئے۔ آخر میں وطن پہنچ کر مطب اور لبیّ سکول قائم کیا۔ مطب مرجع انام تھا۔

دینی اور اصلاحی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ مولنا شبلی صاحبؒ نعمانی آپ سے انگریزی زبان کی تاریخی کتابوں کے تراجم کا کام لیتے رہے ہیں۔ یہ تمام واقعات مولوی سید زین العابدین شاہ صاحب موصوف مرحوم کی اپنی لکھی ہوئی سرگذشت حیات سے لیئے گئے ہیں۔ جو بنگلور میں طبع ہوئی تھی۔

آپ اپنے صاحبزادوں کے پاس کراچی میں مقیم تھے کہ وہاں بتاریخ ۱۳ جولائی ۱۹۵۸ء آپ کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مولنا عبداللہ میر صاحب آپ سوپور (کشمیر) کے مشہور عالم ہیں۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے سنجیدہ مزاج اور خاموش طبع شاگردوں میں سے ہیں۔ اپنے وطن میں خدمت دین کر رہے ہیں (سلمہ اللہ تعالیٰ)

حضرت مولنا مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ آپ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں

آپ امرتسر میں مدرسہ نعمانیہ کے صدر مدرس اور لاہور میں جامعہ اشرفیہ کے بانی اور مہتمم تھے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ آپ نے اور مولنا محمد حسین صاحب مرحوم شیخ الحدیث مدرسہ سلفیہ غزنویہ امرتسر (داماد مولنا عبد الجبار صاحب غزنویؒ مرحوم) نے مل کر حضرت مفتی صاحبؒ سے متعدد کتابیں پڑھیں۔ جن میں سے مجھے صرف سراجی کا نام معلوم ہے۔ آپ سے ہزاروں انسانوں نے علمی اور روحانی فیض پایا ہے۔ آپ کی ساری عمر درس و تدریس اور ہدایت و ارشاد میں گذری۔

آپ کی مستقل سوانح عمری لاہور میں چھپ چکی ہے۔ جس کا نام "تذکرہ حسن" ہے۔ آپ کا انتقال پُر ملال ۱۳۸۰ھ ۱۹۶۱ء کو کراچی میں ہوا۔ اور وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔ رحمہ اللہ۔

مجاہدِ ملت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری

آپ کی ذات بھی محتاج تعارف نہیں۔ آپ عظیم آباد پٹنہ سے تجوید حفظ قرآن اور کتب فارسی کی تعلیم سے فراغت پاکر امرتسر آئے۔ تو آپ کے والد ماجد مرحوم کے چچا سید پیر شاہ مرحوم نے آپ کو تعلیم و تربیت کے لئے حضرت مفتی صاحبؒ کے سپرد کیا۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے ڈھائی تین سال تک ر ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۴ء تک) شاہ جیؒ کو اپنے پاس رکھ کر نہایت شفقت سے صرف و نحو اور فقہ کی کتابیں پڑھائیں۔ حضرت مفتی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ "میری تمنا ہے کہ شاہ جی کچھ بن جائیں" ــــ شاہ جیؒ خود اس فقرے کو اپنی گفتگوؤں میں بڑی مسرت سے بیان کیا کرتے تھے۔

جب کوچہ جیل خانہ ہال بازار امرتسر کے لوگوں نے اصرار کرکے شاہ جیؒ کو اپنی مسجد کا خطیب مقرر کر لیا۔ اور ہال بازار سے محلہ کمہاران میں سبق کے لئے آنا بوجہ طول مسافت دشوار محسوس ہوا تو حضرت مفتی صاحبؒ کی اجازت سے شاہ جیؒ نے حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ سے پڑھنا شروع کر دیا۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۱۳۸۰ھ ۱۹۶۱ء میں ملتان میں ہوئی۔ آپ

کے جنازہ میں ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان شریک ہوئے۔ آپ کے حالاتِ زندگی اخبارات میں بکثرت شائع ہو چکے ہیں۔ کتابی شکل میں بھی آپ کے سوانح حیات لکھے جا رہے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ مولوی احمد شاہ صاحبؒ چوروی

آپ چورہ شریف ضلع کیمبل پور کے مشہور نقشبندی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ حضرت مفتی صاحبؒ سے کافی مدت تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد مدرسہ عالیہ دیوبند میں داخل ہوئے۔ آپ میں گروہی تعصب بالکل نہ تھا۔ تمام علمائے دیوبند کا عموماً اور علامہ محمد انور شاہ صاحبؒ کا خصوصاً احترام فرماتے تھے۔ اپنے استاد حضرت مفتی صاحبؒ سے بہت عقیدت کا برتاؤ کرتے تھے۔ آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔ بڑے فرزند کا نام صاحبزادہ خادم حسین صاحب ہے۔ وہ اپنے والد ماجد کے جانشین ہیں۔ دوسرے فرزند کا نام صاحبزادہ ارشاد حسین صاحب ہے۔

مولانا مفتی عبدالرحمٰن ہزاری مرحوم و مغفور

حضرت مفتی عبدالرحمٰن مرحوم و مغفور نمونہ سلف بزرگ تھے۔ آپ نے حضرت مفتی غلام مصطفٰے صاحبؒ سے اصول و فنون کی کتابیں پڑھی تھیں۔ ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء میں اپنے وطن ہزارہ میں جا کر فوت ہو گئے۔ (منقول از فیض الاسلام ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء) آپ مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں مدرس رہے۔

مولانا عبدالرحیم امرتسری مرحوم

مولانا مرحوم نے بھی حضرت مفتی صاحبؒ سے کافی مدت تک تعلیم

حاصل کی تھی۔ اور کچھ مدت تک مدرسہ غوثیہ تکیہ سادھواں لاہور میں حضرت پیر عبدالغفار شاہ کاشمیریؒ کی نگرانی میں بھی کتابیں پڑھیں۔ پھر آپ نے پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات مولوی فاضل، منشی فاضل وغیرہ میں بھی اعلیٰ نمبروں پر کامیابی حاصل کی۔ اور آخر خالصہ کالج امرتسر میں پروفیسر مقرر ہوئے آپ نہایت ذہین وفطین تھے۔ ایک مرتبہ ایک اختلافی مسئلہ پر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری سے کامیاب مناظرہ بھی کیا تھا۔ فارسی اور عربی ادب میں خاص قابلیت رکھتے تھے۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم نے امرتسر میں فارسی ادب کی مشہور کتاب "ابوالفضل" آپ ہی سے پڑھی تھی۔ آپ عین عالم شباب یعنی تیس برس کی عمر پاکر ۱۹۱۶ء یا ۱۹۱۷ء میں انتقال فرما گئے تھے۔ آپ کی یادگار دو صاحبزادے ہیں۔ ایک مولوی محمد سعید صاحب شیدا مدرس ہائی کلاسز چشتیہ ہائی سکول و پرنسپل جامعہ اسلامیہ ریلوے روڈ لاہور، اور دوسرے محمد مسعود صاحب۔

مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم مغفور مولوی غلام محمد صاحب ترنم مرحوم امرتسری کے بہنوئی تھے

مفتی محمد شاہ صاحب سعادت مرحوم مؤرخ کشمیر

آپ سرینگر کشمیر کے مشہور لوگوں میں سے تھے۔ اور حضرت مولانا رسول شاہ صاحبؒ میر واعظ کشمیر (متوفی ۱۳۲۷ھ) کے داماد اور مولانا محمد یوسف شاہ صاحب میر واعظ (حال وارد راولپنڈی پاکستان) کے بہنوئی تھے۔ تقسیم ہند کے بعد آپ کی

وفات بتاریخ ۶ صفر ۱۳۶۹ھ ہوئی۔ امرتسر کے مدرسہ عربیہ میں جسے حضرت مولٰنا مفتی غلام رسول صاحبؒ قاسمی نے قائم فرمایا تھا حضرت مفتی غلام مصطفٰے صاحبؒ سے ۱۹۰۱ء میں صرف ونحو اور منطق وطب کی کتابیں پڑھی تھیں۔ اس کے بعد کشمیر جاکر وہاں کے علماء سے باقی کتابیں پڑھیں۔ ڈاکٹر جی۔ ایم ڈی صوفی[1] نے اپنی مشہور انگریزی تصنیف "کشیر" (المطبوعہ ۴۹-۱۹۴۸ء شائع کردہ پنجاب یونیورسٹی جلد اول صفحہ ۳۴۵) میں مفتی سعادت صاحب مرحوم کا تذکرہ لکھا ہے۔ جس کا اردو ترجمہ پروفیسر عباسی صاحب (ماڈل ٹاؤن لاہور) نے کیا ہے جو درج ذیل ہے:-

"مفتی محمد شاہ سعادت ۱۸ محرم ۱۲۵۸ھ مطابق ۱۸۸۱ء کو جمعرات کے روز پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام (مولٰنا) محی الدین پانڈانی[2] تھا ابتدائی تعلیم انہوں نے اپنے والد سے حاصل کی۔ پھر مولٰنا رسول شاہؒ میر واعظ سے تحصیل علم کی۔ ۱۹۰۱ء میں وہ کشمیر سے امرتسر آگئے۔ یہاں انہوں نے مولٰنا غلام رسول صاحبؒ قاسمی کے مدرسہ میں صرف ونحو منطق اور طب کے علوم حاصل کئے۔ یہاں سے سری نگر واپس گئے۔ اور مفتی عزیز الدینؒ، خواجہ

---

[1] آپ کے مختصر حالات پہلے بیان کئے جاچکے ہیں۔

[2] متوفی ۱۳۱۲ھ آپ کے والد ماجد کا نام ملّا عبدالقدوس صاحبؒ متوّتھا (تاریخ کبیر کشمیر صفحہ ۳۱۳)

اسد اللہؒ۔ مولانا غلام مصطفےٰؒ امرتسری۔ مفتی شریف الدینؒ مولانا صدر الدینؒ اور مولانا (محمد حسینؒ) وفائی سے تحصیل علوم کی۔ ۱۹۱۷ء میں انہوں نے نصرۃ الاسلام سری نگر کے مدرسۃ العلوم عربیہ میں مدرسی اختیار کی۔ ۲۰-۱۹۱۹ء میں محکمۂ عمارات میں بہ ماتحتی ہیرانند شاستری کام کیا۔ اور اس دوران میں کشمیر کی تاریخی عمارات کے موضوع پر ایک کتاب لکھی۔ ڈاکٹر ہیرانند نے ان کو ایک بار ڈاکٹر سر جیون جی جمشید جی مودی پی۔ ایچ ڈی (بمبئی والے) کے ساتھ مامور کیا۔ کہ وہ سری نگر اور اس کے مضافات کی تاریخی اور اہم عمارات کے متعلق معلومات بہم پہنچانے میں ان کی مدد کریں۔ ۱۹۲۰ء میں وہ سری نگر میونسپلٹی کے ممبر منتخب ہو گئے۔ اور ۱۹۲۲ء میں ان کو دربار نیا دیا گیا۔ مفتی سعادت کی تالیفات کی تعداد ۴۳ سے زائد ہو چکی ہے۔ بیشتر کتابیں کشمیر کے مختلف حالات سے متعلق ہیں۔ اور چھپ چکی ہیں۔ اور کچھ زیر طبع ہیں۔

حضرت مفتی غلام مصطفےٰ صاحبؒ قاسمی کے شاگردوں میں حسب ذیل حضرات کے اسماء گرامی بھی قابل ذکر ہیں:۔

(۱) مولانا مفتی پیر اصغر شاہ صاحب مرحوم مدرس اعلیٰ دینیات کشمیر موضع

عہ مفتی محی شاہ صاحب سعادت مرحوم نے مولانا مفتی غلام مصطفےٰ صاحبؒ امرتسری سے کشمیر میں نہیں بلکہ امرتسر میں تعلیم حاصل کی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کو مغالطہ ہو گیا ہے۔

ڈنگی وچھ تحصیل ہندواڑہ ضلع بارہ مولہ کشمیر (۲) مولانا اسد اللہ شاہ صاحب نازکی مفتی اعظم ورئیس اعظم علاقہ بیرگمیرہ موضع مقام شہید پور تحصیل سوپور ضلع بارہ مولہ کشمیر (۳) مولانا حکیم مقبول بھائی صاحب جو تحصیل کولگام ضلع اسلام آباد کشمیر کے پیرزادہ خاندان سے تھے اور جو نہایت متقی پرہیزگار بزرگ تھے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اکثر رائے پور ضلع سہارن پور (انڈیا) میں رہا کرتے تھے۔ آپ کا انتقال بھی غالباً رائے پور ہی میں ہوا۔ سن وفات معلوم نہیں۔ حضرت مفتی صاحبؒ کی زیارت کے لئے رائے پور سے ایک دو سال کے بعد امرتسر آیا کرتے تھے۔ (رحمہ اللہ)

(۴) مولانا حکیم یوسف شاہ صاحب متوطن موضع بیگلن ضلع اسلام آباد کشمیر (۵) مولانا سیف الدین صاحب مرحوم مفتی ڈنگی وچھ کشمیر (۶) مولانا غلام رسول صاحب کریم آبادی مرحوم سابق مفتی علاقہ کریم آباد۔ کشمیر (۷) مولانا حافظ عبد الغنی صاحب مرحوم سابق خطیب شملہ (انڈیا) جو شملہ میں بہت با اثر عالم تھے۔ مولانا مفتی غلام مصطفیٰ صاحب کے شاگرد ہونے کے علاوہ آپ کے چچازاد بھائی مولانا پیر سلام الدین صاحب کے داماد بھی تھے۔ کراچی میں ۱۹۴۸ء میں فوت ہو کر وہیں مدفون ہوئے۔

(۸) جناب مفتی محمد ضیاء الدین صاحب ضیا۔ آپ پونچھ کشمیر کے مفتی اور قاضی رہ چکے ہیں۔ کشمیر کی سیاسی تحریکات میں جت سام کیا ہے

فارسی زبان کے استاد ہیں۔ مولانا عطاء اللہ صاحب فاضل کشمیری رح
کا مولانا مفتی غلام رسول صاحب قاسمی کے تلامذہ کے سلسلے میں اوپر
ذکر کیا جا چکا ہے) آپ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ مشہور صحافی چراغ
حسن صاحب حسرت کاشمیری مرحوم آپ ہی کے شاگردوں میں سے
تھے۔ آپ بھی حضرت مفتی صاحبؒ کے پرانے شاگردوں میں سے ہیں۔
آج کل لاہور میں قیام فرما ہیں۔ (سلمہ اللہ)

(۹) مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم سابق امام مسجد سکندر خاں مرحوم امرتسر
اصل میں موضع آچھہ ضلع گجرات پنجاب کے باشندہ تھے۔ عمر کا اکثر حصہ
امرتسر میں گذارا۔ لیکن وفات موضع آچھہ میں پائی۔ آپ حضرت مفتی صاحبؒ
کے وفادار تلامذہ میں سے تھے۔ تاریخ وفات ۵ ستمبر ۱۹۴۳ء

(۱۰) مولانا غلام محی الدین صاحب مولوی فاضل سابق مدرس گورنمنٹ
ہائی سکول امرتسر حال مقیم راولپنڈی (سلمہ اللہ)

(۱۱) مولانا پیر احمد اللہ صاحب مرحوم (بارہ مولہ کشمیر)

(۱۲) جناب مولوی سراج الدین احمد صاحب آل امرتسری مولوی
فاضل، منشی فاضل، ایم۔ اے ایڈووکیٹ لاہور۔ آپ نے "تذکرۂ
اسلاف" طبع اول دیکھنے کے بعد راقم الحروف (محمد بہاء الحق قاسمی) کے
نام یکم مئی ۱۹۶۲ء کو ایک نوازش نامہ بھیجا جس میں تحریر فرمایا:۔
" اتفاقاً کل طبیعت کچھ ناساز تھی۔۔ ہائی کورٹ نہ جا سکا۔ مگر
مجھے آپ کے رشحاتِ قلم مطالعہ کرنے کا موقع مل گیا۔ خدا

آپ کو جزائے خیر دے نہایت اچھا کام انجام دیا ہے امرتسر کے جیّد اور چوٹی کے علماء و صلحاء جس گمنامی کا شکار تھے وہ ظاہر ہے اس جرم کے مرتکب ہم ہی لوگ ہیں جو ان سے فیض یافتہ مگر ناشکر گذار ہیں۔ آپ نے ایک حد تک ہم سب کی طرف سے ایک گناہ کا کفّارہ ادا کر دیا ہے۔ وہ بزرگ ہستیاں ہمارے تذکروں اور یادگاروں سے مستغنی ہیں مگر ان کے سوانح حیات ان کے اخلاف کے لئے سرمۂ بصیرت ہیں۔ مفصل کسی وقت فرصت میں لکھوں گا۔ البتہ اس وقت ایک بات کا ذکر ضروری ہے۔ وہ یہ کہ مجھے بھی آپ کے والد ماجد مولٰنا مرحوم و مغفورؒ سے شرف تلمّذ حاصل ہے۔ اور اس کا ذکر میرے لئے باعث فخر و مباہات ہوتا۔ آپ کی کتاب نے آج سے نصف صدی پیشتر کے حالات کی تصویر آنکھوں کے سامنے پیش کر دی ہے۔ مجھے وہ وقت یاد ہے جب میں کوچہ پہلو انان سے کتابیں اُٹھا کر مولٰنا مرحومؒ کی خدمت میں سبق پڑھنے کی خاطر حاضر ہوا کرتا تھا ؂

اے وقت تو خوش باد کہ وقت ما خوش کردی

نیاز مند

سراج الدین احمد پالؔ

محترم مولوی سراج الدین احمد صاحب پالؔ امرتسر میں بھی ذی وجاہت

حضرات میں سے تھے اور اب ماشاءاللہ لاہور میں بھی متین سنجیدہ اور اہل علم اور باوقار لوگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

۱۳۔ جناب حکیم حاجی محمد علی صاحب امرتسری شاگرد حکیم محمد اجمل خان صاحب مرحوم دہلوی۔ آپ نے بھی " تذکرۂ اسلاف " طبع اول کا مطالعہ کرنے کے بعد ۹ جنوری ۱۹۶۴ء کو راقم الحروف کے نام خط لکھا۔ جس میں فرمایا کہ:

" میں ۱۹۰۴ء میں استاذی و مرشدی حضرت مولانا مفتی پیر غلام مصطفٰے صاحب قاسمی کی خدمت میں حاضر ہوا اور چند سال تک رہ کر فارسی اور صرف و نحو و فقہ کی کتابیں آپ سے پڑھیں آپ نے دارالاقامہ میں میری رہائش کا انتظام بھی فرمایا تھا۔ میں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت بھی کی تھی۔"

حکیم صاحب موصوف آج کل گوجرانوالہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ آپ کی ایک کتاب " سودائے مرزا " کے نام سے امرتسر میں شائع ہوئی تھی۔ جو علماء کے حلقہ میں بہت مقبول ہوئی تھی۔ ابھی حال ہی میں آپ نے تقرب الٰہی کے عنوان سے ایک مفید کتاب شائع کی ہے۔ آپ معمر ہونے کے باوجود دنیا اور دین کے فرائض کی ادائیگی میں جوانوں سے زیادہ مستعد اور ذاکر و شاغل بزرگ ہیں۔

۱۴۔ بابا عبداللہ شاہ عرف گھوڑے شاہ۔ آپ اصل میں کشمیر کے باشندہ تھے۔ امرتسر میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ آپ ابتدائی زمانہ میں متبع شریعت اور سالک تھے اسی زمانہ میں آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ سے

باوجود تقریباً ہم عمر ہونے کے آپ ہی کی مسجد میں اقامت اختیار کر کے علم حاصل کرنا شروع کیا۔ مدتِ تعلیم معلوم نہیں۔ اس کے بعد آپ مجذوب ہو گئے۔ اور آخر عمر تک مجذوب ہی رہے۔ اکثر نیم برہنہ رہتے۔ اور بازاروں میں گھوڑے کی طرح سرپٹ دوڑتے۔ اور اپنی ٹانگوں پر کبھی کوڑا اور کبھی چابک مارتے ہوئے نظر آتے۔ اسی وجہ سے "گھوڑے شاہ" کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ صاحبِ کشف و کرامت بزرگ تھے۔ پیر غلام دستگیر صاحب نامی لاہوری مرحوم (متوفی ۱۹۶۱ء) نے حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری کی روایت سے بابا صاحب موصوفؒ کی چند کرامات ماہنامہ "رنگ و بو" لاہور مجریہ دسمبر ۱۹۶۱ء میں درج کی ہیں۔ بابا صاحب موصوفؒ کے ایک کشف سے راقم الحروف کو بھی ذاتی طور پر علم ہے وہ یہ کہ ایک دفعہ میرے بہنوئی سید نذیر احمد مرحوم (متوفی ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۶ء) کو ضلع لائلپور کی پولیس نے دفعہ ۳۰۲ کے تحت گرفتار کر کے حوالات میں بند کر دیا۔ اس زمانہ میں حضرت والد صاحبؒ اور ہم سب نہایت پریشان تھے کہ ایک روز بابا صاحبؒ حضرت والد صاحبؒ کے پاس مسجد میں اچانک ایسے وقت میں آ کر کھڑے ہو گئے کہ آپ کتاب پڑھ رہے تھے۔ والد صاحبؒ بوجہ مطالعہ میں منہمک ہونے کے بابا صاحبؒ کی طرف متوجہ نہ ہو سکے۔ تو بابا صاحبؒ کشمیری زبان میں بولے "دماغ کوتا چھنس" جب والد صاحبؒ متوجہ ہوئے تو بابا صاحب کشمیری زبان میں یہ کہہ کر اُچھلتے کودتے ہوئے بھاگ گئے کہ "پریشانی دور ہو جائے گی"۔

چنانچہ چند ہی روز کے بعد پولیس نے مقدمہ واپس لے لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے پریشانی دور فرما دی۔ بابا صاحبؒ کا مزار قبرستان شیخ بابا کشمیری مرحوم بیرون گلوالی دروازہ امرتسر میں اب تک موجود ہے اور غیر مسلم لوگ قبر پہ چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ بابا صاحبؒ کا انتقال غالباً ۱۹۲۰ء کو ہوا تھا۔

مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب مرحوم آپ وترہیل (کشمیر) کے باشندہ تھے حضرت مفتی صاحبؒ کے خاص تلامذہ میں سے تھے۔ آپ نے صرف ونحو وفقہ کی کتابیں حضرت مفتی صاحب سے پڑھیں اور دورۂ حدیث حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ صاحبؒ کشمیری کی خدمت میں رہ کر پڑھا۔ بعض کتابیں دیوبند کے دوسرے اساتذہ سے بھی پڑھی تھیں۔ سندِ فراغ حاصل کر کے کشمیر چلے گئے اور سرینگر میں میرواعظ صاحب کے مدرسہ عربی کے صدر مدرس کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ آپ عربی ادب میں خوب مہارت رکھتے تھے۔ کشمیر ہی میں فوت ہوئے۔ تاریخ وفات ۴ صفر ۱۳۷۲ھ ہے۔ (رحمہ اللہ)

نکاح و اولاد حضرت مولانا مفتی پیر غلام مصطفےٰ صاحب قاسمی رحمہ اللہ کے شاگردوں کے تذکرہ کے بعد آپ کی اولاد کا ذکر بھی بالاختصار کیا جاتا ہے۔

آپ نے اپنی زندگی میں یکے بعد دیگرے چار نکاح کئے۔ پہلی دو بیویاں لاولد انتقال فرما گئیں۔ تیسری بیوی صاحبہ سے (جو پیر جمیل شاہ صاحب مرحوم سوداگر پشمینہ امرتسر کی ہمشیرہ تھیں) صرف ایک صاحبزادہ تولد ہوئے۔ جن کا نام پیرزادہ احمد حسن قاسمی (مرحوم) تھا جو امرتسر میں ۱۹۳۶ء میں بعارضۂ استسقا فوت ہو گئے تھے۔ ان کی یادگار ایک صاحبزادہ اور ایک صاحبزادی ہیں۔ صاحبزادہ کا نام پیرزادہ مصطفےٰ حسن قاسمی ہے۔ (سلمہ اللہ)

حضرت مفتی صاحب رح کا دوسرا گنہ گار ناچیز بیٹا راقم الحروف محمد بہاؤ الحق ہے۔ جس کی تین ہمشیر بقید حیات ہیں۔ اور بحمد اللہ کثیر اولاد رکھتی ہیں۔ راقم الحروف ماشاء اللہ دو بیٹیوں اور چھ بیٹیوں کا باپ۔ تین پوتیوں کا دادا اور سترہ نواسوں اور ستائیس نواسیوں کا نانا ہے۔ بیٹوں کا نام علی الترتیب پیرزادہ محمد ضیاء الحق قاسمی اور پیرزادہ محمد عطاء الحق قاسمی ہے (سلمہم اللہ تعالیٰ)

حضرت دادا ماجدؒ کی چوتھی بیوی صاحبہ یعنی راقم الحروف کی والدہ ماجدہ مرحومہ (متوفاۃ نومبر ۱۹۲۹ء) پیر احمد شاہ نرددی مسعودی مرحوم کی صاحبزادی تھیں۔ جو محلہ زورہ سری نگر کشمیر سے امرتسر تشریف لائے تھے۔ اور امرتسر ہی میں ۱۹۰۶ء میں فوت ہو کر مدفون ہوئے تھے۔ میرا ایک حقیقی برادر خورد پیرزادہ سعید احمد قاسمی خلد آشیاں تین سال کی عمر ہی میں اللہ کو پیارا ہو گیا تھا۔

میری شادی منشی ہدایت اللہ صاحب مرحوم انسپکٹر چونگی امرتسر (متوفی ۱۹۳۳ء) کی دختر سے ہوئی تھی۔ اہلیہ مرحومہ کا انتقال ۱۰ رجب ۱۳۸۲ھ مطابق ۶ دسمبر ۱۹۶۲ء کو ہو گیا۔ اناللہ مورخ اسلام سید ہاشمی صاحب فرید آبادی مقیم لاہور نے مرحومہ کا قطعہ تاریخ وفات لکھا تھا جو درج ذیل ہے:۔

حضرت قاسمی کی زوجہ پاکیزہ نہاد ٭ روح نے ان کی جو کی جانب جنت پرواز
فکر مجھ کو ہوئی تحریر کروں سال وفات ٭ غَفَرَ اللّٰہُ لَہَا غیب سے آئی آواز

۱۳۸۲ھ

عہ سید صاحب موصوف نے بتاریخ ۹ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۶۴ء انتقال فرمایا (انا للہ وانا الیہ راجعون)

حضرت مولٰنا پیر غلام محی الدین صاحبؒ قاسمی

آپ حضرت پیر عبدالعزیز صاحبؒ قاسمی کے دوسرے صاحبزادے یعنی مولٰنا مفتی غلام مصطفےٰ صاحبؒ قاسمی کے چھوٹے حقیقی بھائی تھے۔ کٹڑہ کرم سنگھ امرتسر میں رہائش رکھتے تھے۔ آپ جسم کے دُبلے پتلے تھے۔ لیکن خوبرو اور خوش شکل بزرگ تھے۔ آپ نے اکثر کتابیں اپنے عم محترم حضرت مولٰنا مفتی پیر غلام رسول صاحبؒ قاسمی سے پڑھیں۔ اور کچھ کتابیں اپنے برادر محترم موصوفؒ سے بھی۔ البتہ آپ نے طبی کتابیں مولٰنا حکیم غلام رسول سے پڑھیں تھیں۔ جن کا ذکر خیر اوپر ایک جگہ کیا جا چکا ہے۔ آپ نے بھی تحصیلِ علوم کے بعد محض ابتغاءً لوجہ اللہ بلا کسی معاوضہ کے طلبہ کو پڑھانے میں عمرِ مبارک صرف کر دی۔ مولٰنا پیر احمد اللہ مرحوم (بارہ مولہ) حکیم غلام قادر شاہ مرحوم، مولٰنا ولی اللہ شاہ سلمہٗ، مفتی ضیاء الدین صاحب ضیا سلمہٗ وغیرہم جہاں آپ کے برادر محترمؒ کے شاگرد تھے۔ وہاں آپ کے بھی شاگرد تھے۔ آپ کے وعظ اور قرأت قرآن میں خاص سوز تھا۔ نہایت متقی، پرہیزگار، اور متبع سُنّت بزرگ تھے۔ ایک سال تک مرضِ سل میں مبتلا رہے۔ ایام مرض میں بعض اوقات غشی طاری ہو جاتی۔ لیکن نمازوں کے اوقات میں آنکھیں کھول دیتے۔ اور تیمم کر کے لیٹے لیٹے نماز پڑھ لیتے۔ آخری سانس تک

آپ کی ایک نماز بھی نہیں چھوٹی۔ نزع کی حالت میں راقم الحروف آپ کی خدمت میں حاضر اور سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت میں مصروف تھا۔ آپ قرآن پاک بغور سنتے رہے۔ سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت ختم ہوئی تو کلمۂ شہادت پڑھ کر ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔ اور ملاء اعلیٰ سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نے بسلسلۂ حج بیت اللہ شریف مکہ معظمہ میں کسی بزرگ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔ لیکن مجھے ان بزرگ کا اسم گرامی یاد نہیں رہا۔ آپ اپنے عم محترم حضرت مفتی غلام رسول صاحبؒ قاسمی کے پہلو میں امرتسر میں مدفون ہیں۔ تاریخ وفات ۲۴ شعبان ۱۳۳۵ھ ہے (نور اللہ مرقدہٗ)

آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔ (۱) پیرزادہ محمد ابراہیم صاحب قاسمی جو صاحب اولاد ہیں۔ ان کے صاحبزادوں کے نام علی الترتیب پیرزادہ محمد عزیز قاسمی اور پیرزادہ محمد اویس قاسمی ہے۔ ایک صالح نوجوان صاحبزادہ پیرزادہ محمد شعیب قاسمی قیام شملہ کے زمانہ میں فوت ہو گیا تھا۔ اور وہیں مدفون ہے۔ (غفر اللہ لہٗ)

آپ کی شادی شملہ کے ایک بزرگ پیر جی حبیب اللہ صاحب مرحوم (متوفی ۴ محرم ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۵ء) کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ پیر جی صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادے مولوی حافظ ضیاء اللہ صاحب ندوی شملوی کراچی میں مقیم ہیں۔ دوسرے صاحبزادہ پیرزادہ ذکاء اللہ صاحب

شملوی مرحوم و مغفور (جو مسلم لیگ کے مخلص ترین رہنماؤں میں سے تھے) لاہور میں آکر ۱۹۴۶ء میں فوت ہو گئے۔

حضرت مولانا پیر غلام محی الدین صاحب قاسمی رحمۃ اللہ کے دوسرے صاحبزادہ الحاج پیرزادہ محمد یوسف صاحب قاسمی ہیں جو حال ہی قریب میں سیکشن آفیسر درجہ اوّل محکمہ مالیات حکومت پاکستان کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ ان کے صرف ایک صاحبزادہ اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ صاحبزادہ کا نام پیرزادہ عطاء الرحمٰن قاسمی ہے۔

یہ تمام حضرات اور حضرت مولانا مفتی پیر غلام رسول صاحبؒ قاسمی کی اولاد و احفاد کے اکثر افراد اور راقم الحروف کے داماد پیرزادہ محمد امین صدیقی سلمہ اللہ (ابن پیر تاج الدین صاحب صدیقی مرحوم مدفون امرتسر ۱۹۴۷ء) اہل و عیال سمیت کراچی میں مقیم اور بفضلہ تعالیٰ سب فارغ البالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ فللّٰہ الحمد۔ سلّمہم اللّٰہ تعالیٰ

قطعاتِ تاریخ وفات مولانا پیر غلام محی الدین صاحبؒ قاسمی

(از میر غلام مصطفےٰ صاحب نازکی مرحوم بنڈی پورہ کشمیر)

افسوس آں مولائے من ‌‌ ‌ ‌ رفت از جہاں حیف جاں زمن

آں خادم دین متیں ‌ ‌ ‌ ‌ مفتی غلام محی دیں

چوں سالِ وصلِ آں ہمام | جستم ز فکر تیز گام
داد از دلِ غمگیں پیام | شد عازم خلدِ بریں
۱۳۳۸ھ

(۲)
(از خواجہ عبد العزیز صاحب خواجہ مرحوم تاجر پشمینہ امرتسر)

چو محی الدّین آں بحرِ نکوئی | شد و انداخت اندر خلد لنگر
برائے سالِ فوتش گفت خواجہ | چہ خوش گفتا مقامش خلدِ اکبر
۱۳۳۸ھ

منقول از اخبار "الفقیہ" امرتسر ۳ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ
مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۲۰ء

(۳)
(از مفتی ضیاء الدّین صاحب ضیاءؔ سلمہ اللہ)

پیر محی الدّین مردِ ذی وقار | منبعِ بحرِ کرم والا تبار
آں براہیمی نظر، روشن خیال | آہ آں یوسف لقا زیبا شعار
از مدینہ خاطر او مستنیر | شد جبینش در حرم سجدہ گذار
چوں ندائے اِرْجِعِی در گوشِ او | در رسید از ساحتِ دار القرار
از سر الیقاں سن وصلش ضیاء | رفت در جنّت بیاید در شمار
۱۳۳۸ھ

حضرت مولانا پیر سلام الدین صاحبؒ قاسمی

آپ حضرت مولانا پیر عبد القدوس صاحبؒ قاسمی موصوف کے اکلوتے صاحبزادہ تھے۔ آپ مولانا سلام باباؒ صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ مسجد جامع خان بہادر میاں محمد جان مرحوم امرتسر میں پینتالیس (۴۵) سال تک خطیب رہے۔ صوفی مشرب اور مرنجاں مرنج مسلک رکھتے تھے۔ مسجد مذکور میں ہر جمعہ کے روز ٹھیٹھ پنجابی زبان میں وعظ فرماتے۔ دین کی سادہ سادہ باتیں بیان کرتے۔ خود بھی روتے اور حاضرین کو بھی رُلاتے تھے۔ آپ کے مُریدین پاکستان کے مختلف علاقوں میں موجود ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد لاہور تشریف لے آئے تھے۔

بماہِ دسمبر ۱۹۴۸ء فوت ہو کر قبرستان میانی صاحب عــہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کے مزار کے گرد چار دیواری اور دروازہ لگا کر مزار کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔ آپ کے معتقدین کے زُمرہ میں بہت سے انگریزی دان مسلمان بھی داخل ہیں۔ ایک صاحب الٰہی بخش صاحب بی۔اے ممبر یونین کونسل نے ایک طویل مضمون لکھا تھا۔ جو لاہور کے مشہور ہفتہ وار

عــہ میانی قبرستان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں اس جگہ ایک گاؤں آباد تھا۔ جس میں عالم لوگ رہتے تھے۔ اور چونکہ پنجابی زبان میں عالم کو "میاں" کہتے ہیں۔ اس لئے اس گاؤں کو "میانی صاحب" کہا جانے لگا۔

(کتاب تحقیقاتِ چشتی صفحہ ۱۲۷)

اخبار "اقدام" میں شائع ہوا تھا۔ اس سے لاہور کے دو مشہور ہفتہ وار اخبارات "ایشیا" اور "شہاب" نے نقل کر کے شائع کیا۔ اس مضمون میں الٰہی بخش صاحب موصوف نے اپنے تجربات کی بناء پر یہ ثابت کیا ہے کہ موجودہ فضا میں نیکوں کی صحبت ہی ملحدانہ اثرات سے بچا سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے لکھا ہے کہ وہ غلط ماحول سے متاثر ہو کر اسلام کی صداقت کے نہ صرف یہ کہ قائل نہ رہے تھے بلکہ غیر مسلموں سے بڑھ کر اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گستاخانہ نکتہ چینی کرنے لگ گئے تھے۔ خوش قسمتی سے ان کو مولانا سلام الدین صاحب قاسمی کی صحبت نصیب ہو گئی۔ جس سے ان کو تجدید اسلام کی توفیق ملی پھر تو ان کی استقامت کا یہ حال ہو گیا کہ ملایا میں ملازمت کے دوران امریکن مشنری پادریوں نے ان کو قبول عیسائیت کے لئے زن اور زر کی رشوتیں پیش کیں۔ لیکن انہوں نے ان رشوتوں کو ٹھکرا دیا۔ ان کے مضمون کے اس حصہ کو حذف کر کے صرف وہ حصہ ذیل میں انہی کے الفاظ میں نقل کیا جا رہا ہے۔ جس میں حضرت مولانا سلام الدین صاحب قاسمی کے حسن اخلاق اور ان کی سیرۃ پر روشنی پڑتی ہے۔

مولانا سلام الدین قاسمی کی سیرۃ ایک گریجویٹ کے قلم سے

مرشدِ کامل

میں ہاکی اور فٹ بال کھیلنے میں بہت مشتاق تھا۔ اور میرا ایک ہم طالب علم دوست بنام عبد اللطیف جو اسلامیہ ہائی سکول

شجرۂ خاندانِ قاسمی

حضرت مولانا قاضی جمال الدین بڈشاہی رحمہ اللہ [1]

مولانا محمد اسحٰق رح

مولانا عبید اللہ رح

مولانا عبد الغفور رح

مولانا عبد السلام رح

مولانا عبد الواحد رح

علامہ مولانا اخوند جمال الدین سیالکوٹی رح [2] (متوفی ۱۰۱۲ھ)

علامہ قاضی ابو القاسم جمال [3]

مولانا قاضی محمد شریف عارف رح

ملا محمد اشرف رح

حضرت ملا شیخ محمد بسالی [4]

ملا محمد ہاشم جمالی [5]

علامہ مولانا کمال الدین

حکیم و دانا مولانا محمد رضا [6]

مولانا...

---

[1] آپ سلطان زین العابدین عرف بڈشاہ کے عہدِ حکومت (۸۲۶ھ تا ۸۷۵ھ) حیات میں تھے۔ [2] آپ عہدِ جہانگیری کے اکابر علماء میں سے تھے۔ مدفون سری نگر۔ ... بحق ہوئے۔ (مدفون کشمیر) [3] آپ کی اولاد کو قاسمی کہا جاتا ہے۔ [4] حضرت صعد...

اولاد حضرت شیخ محمد بہائی ...

حضرت شیخ سعید الدین بہائیؒ عرف شادی بابا
(مدفون وچارناگ سرینگر)

حضرت شیخ عبدالرحیم بہائیؒ
(مدفون بوشہ کدل سرینگر)

حضرت شیخ محمد اسمٰعیل بہائیؒ
(مدفون احمد اکدل سرینگر)

حضرت شیخ ...
(مدفون ...)

شیخ محمد قاسم بہائیؒ احمد اکدلی

مولنا پیر ہدایت اللہ صاحبؒ قاسمی
(مدفون احمد اکدل سرینگر)

مولنا پیر عنایت اللہ صاحبؒ قاسمی
(مدفون احمد اکدل)

مولنا پیر امیر الدینؒ قاسمی
(مدفون امرتسر ۱۲۹۰ھ)

مولنا پیر عبدالعزیز صاحبؒ قاسمی
(مدفون امرتسر ۱۳۱۹ھ)

مولنا پیر عبدالقدوس صاحبؒ قاسمی
(مدفون امرتسر ۱۳۰۶ھ)

مولنا علاء ...
(مدفون امر...)

مولنا مفتی پیر غلام مصطفیٰ صاحبؒ قاسمی
(مدفون امرتسر یکم محرم ۱۳۵۲ھ ۲۶ اپریل ۱۹۳۳ء)

مولنا حکیم پیر غلام محی الدین صاحبؒ قاسمی
(مدفون امرتسر ۱۳۳۹ھ)

مولنا پیر سلیم الدین صاحبؒ قاسمی
(مدفون لاہور ۱۹۶۰ء)

(بقیہ دوسری طرف)

(بقیہ دوسری طرف)

...قاضی القضاۃ (چیف جج) تھے۔ آپ جہانگیر آگرہ (ہندوستان) سے تشریف لائے تھے۔ ۲ آپ ...
...تذکرہ تکملہ تاریخ اعظمی صفحہ ۲۱۴ میں ہے۔ آپ محلہ ... سری نگر میں مدفون ہیں۔ ۵ آپ ...
...کی اولاد و احفاد کے بارہ افراد قلمی شجرہ میں دکھائے گئے ہیں۔ بلکہ ان کے نام بھی دیئے گئے ہیں ...

امرتسر میں زیرِ تعلیم تھا۔ وہ بھی مذکورہ بالا کھیلوں میں بہت دلچسپی لیتا تھا۔ یہ عبداللطیف تھانہ اجنالہ ضلع امرتسر کے تھانیدار کا لڑکا تھا۔ یہ تھانیدار صاحب ایک عالم دین بنام مولانا اسلام الدین کے مرید تھے۔ جو مسجد جامع میاں محمد جان مرحوم ہال بازار امرتسر کے پیش امام تھے۔ تھانیدار صاحب نے اپنے بیٹے کو شہری ماحول کی برائیوں سے محفوظ رکھنے کی غرض سے یہ عاقلانہ پیش بندی کر لی کہ عبداللطیف کو اپنے پیر صاحب کی حفاظت میں چھوڑ دیا۔ اور پیر صاحب نے اس لڑکے کو اپنے حجرہ میں رہائش کی اجازت دے دی۔

ایک دن بعد دوپہر میں ہاکی سٹک ہاتھ میں لئے ہوئے اپنے دوست عبداللطیف کو بلانے کے لئے مسجد کے حجرہ میں داخل ہوا۔ تو لطیف تو وہاں موجود نہ تھا۔ مگر ایک اور شخص وہاں بیٹھا کسی کتاب کی ورق گردانی میں مشغول تھا۔ یہ شخص کوئی پینتیس چالیس سال کے لگ بھگ ہوگا۔ درمیانہ قد، گورا چٹا بدن، منہ پر گھنی داڑھی اور خوبصورت سڈول چہرہ کا مالک تھا۔

میں نے کمرہ میں قدم رکھتے ہی پوچھا۔ "عبداللطیف کہاں ہے؟"
اس شخص نے کتاب سے سر اٹھا کر میری طرف ذرا تعجب سے دیکھا۔ اور کہا۔ "تشریف رکھئے لطیف صاحب ابھی آتے ہیں۔"

میں اس فقرہ "لطیف صاحب ابھی آتے ہیں" کو سن کر ششدر رہ گیا۔ یہ "لطیف صاحب" جسے میں روزانہ کئی درجن مغلظات سے نوازا کرتا تھا اس شخص کی نظر میں اتنا معزز تھا کہ اس کے لئے صیغہ جمع استعمال ہو رہا ہے۔

خیر میں وہاں بیٹھ گیا۔ تھوڑے سے تعارف کے بعد اس داڑھی والے شخص نے پوچھا: "کیا آپ کو کچھ کھانے دانے یا حقّہ پانی کی ضرورت ہے؟"

میں نے جواباً کہا: "حقّہ پی لیتا ہوں۔ کھانے دانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

یہ شخص وہاں سے اٹھ کر نیچے بازار کی طرف اتر گیا اور چند منٹ میں ایک تازہ بھرا ہوا حقّہ لا کر میرے آگے دھر دیا اور خود حجرہ سے نکل کر باہر مسجد کے صحن کی طرف چلا گیا۔

مجھ اجنبی پر اس ملّا ٹائپ کے آدمی کی شرافت اور مہمان نوازی کا بڑا اثر ہوا۔ ابھی میں اس کی شرافت اور تہذیب پر سوچ ہی رہا تھا کہ اتنے میں میرا دوست لطیف بھی کہیں سے آ گیا اور مجھے اور میرے سامنے حقّہ کو دیکھ کر حیرانی سے پوچھنے لگا: "یہ حقّہ یہاں کس نے تمہیں لا کر دیا ہے؟"

میں نے اس حقّہ لانے والے شخص کا حلیہ بتایا۔ تو لطیف نے کہا: "ظالم! وہ تو پیر صاحب حضرت مولانا سلام الدین صاحب تھے۔ وہ خود تو حقّہ نہیں پیتے۔ تم نے ان سے حقّہ کی فرمائش کیوں کی؟"

ہم دونوں یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ وہی صاحب پھر حجرہ کے اندر تشریف لے آئے۔ میں نے بڑے ادب کے ساتھ ان سے معذرت کی اور کہا کہ میں نے ناحق آپ کو تکلیف دی۔

مولانا صاحب نے میری معذرت طلبی کے جواب میں جو الفاظ فرمائے وہ مجھے آج تک یاد ہیں اور قبر تک یاد رہیں گے۔ کیونکہ ان الفاظ نے میری آئندہ زندگی کے دھارے کا راستہ ہی بدل کر رکھ دیا۔ فرمانے لگے: "برخوردار! معذرت کیسی؟ میں

اپنا ایک اسلامی فرض ادا کیا ہے۔ حضور اکرمؐ نے اکرام الضیف (مہمان نوازی) کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ آپ میرے اور میرے ایک عزیز کے مہمان ہیں آپ حقہ پیتے ہیں اور حقہ بہت سے مسلمان پیتے ہیں اور یہ کسی نص کی رو سے حرام بھی نہیں ہے۔ پھر اگر میں نے آپ کو حقہ مہیا کر دیا تو یہ تو بہت ہی مستحق مہمان نوازی ہو گئی اور ساتھ ہی میں ایک فرض سے بھی سبکدوش ہو گیا۔" یہ کہہ کر وہ مسکراتے نکل گئے۔

خیر میں نے مولانا صاحب کا شکریہ ادا کیا اور لطیف کو ہمراہ لے کر وہاں سے رخصت ہوا۔ مگر اگلی ساری رات میں مولانا سلام الدین صاحب، ان کی طرز گفتگو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کی تعمیل میں ان کی سعی پر غور و فکر کرتا رہا۔ کیا وہ محمدؐ جن کی میں آج تک تحقیر کرتا رہا ہوں اور جن کے متعلق یہ آریہ ہندو گستاخانہ طور پر حرف زنی کرتے ہیں۔ ایسے باریک بین اور مہذب انسان تھے کہ اجنبیوں تک کی تواضع اور مہمان نوازی جیسی معمولی باتیں بھی ان کی نظر میں اتنی اہمیت رکھتی تھیں کہ وہ اپنے آئندہ آنے والے پیروؤں کو ان کی تعمیل کی تاکید فرما گئے ہیں۔ غرض اس اتنے سے اتفاق اور معمولی واقعہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و احترام کا بیج میرے سابقہ اندھے اور لعنت زدہ قلب کی گہرائی میں بو دیا۔ اور میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ جب بھی فرصت ملے گی۔ میں مولانا سلام الدین صاحب کی صحبت سے فیض حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ تاکہ اسلام کے متعلق مزید واقفیت ان سے حاصل کر سکوں۔

القصہ اب میں نے معمول بنا لیا کہ میں جو کچھ رسالہ "اندر" ستیارتھ پرکاش اور "آریہ مسافر" وغیرہ اخبارات میں دین اسلام کے متعلق پڑھا کرتا تھا وہ سمجھ

اعتراضات مولانا موصوف کے پیش کر کے ان سے بحث شروع کر دیتا اور مولانا صاحب حتی الامکان بڑے تحمل اور مشفقانہ طور پر میری تسلی فرمانے کی کوشش فرمایا کرتے۔ آہستہ آہستہ مجھے احساس ہونا شروع ہو گیا کہ مخالفوں کے جو اعتراضات قرآن مجید اور رسول اکرم کے کردار پر ہیں وہ اتنے وزنی نہیں ہیں جتنے میں اپنی جہالت کی وجہ سے سمجھتا رہا ہوں اور بہت سے اعتراضات تو محض لچر اور معاندانہ ذہنیت کی اختراع ہیں۔

ایک دن سوال و جواب کی ایک ایسی صحبت میں مولانا صاحب نے فرمایا ـــــ

"برخوردار! تمہاری سمجھ اچھی ہے اردو اور فارسی کی قابلیت بھی تم میں کافی ہے مگر لاعلمی کی وجہ سے تم بہت سے فضول سے سوالات اٹھا کر اپنا بھی وقت تلف کرتے ہو اور میرا بھی۔ میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ پہلے قرآن مجید کا مطالعہ کسی اچھے ترجمہ اور تفسیر کی مدد سے شروع کر دو۔ اس کے بعد اگر کسی مسئلہ کے سمجھنے میں تمہیں دقت معلوم ہو تب مجھ سے پوچھو اس وقت مجھے بھی جواب دینے میں کچھ لطف آئے گا"

(إلى أن قال)

"میرے عزیز مسلمان طالب علم نوجوانو! میرے مذکورہ بالا حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ذرا سوچو کہ اگر بچپن ہی میں مجھے ایک ملا (حضرت مولانا سلام الدین مرحوم و مغفور) کی صحبت نصیب نہ ہوتی تو آج میرا کیا انجام ہوتا۔ انہیں کے طفیل "حُبِّ رسول" کا بیج میرے قلب و ذہن میں جاگزیں ہوا اور اسی ایک بیج نے تناور درخت بن کر اپنے پھل کے تیل کی روشنی سے میرے قلب و ذہن کی تمام تاریکیاں دور کر دیں۔ میں اس داڑھی والے ملا کا احسان کبھی فراموش نہیں کر سکتا اور آج پھر اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے آگے التجا کرتا ہوں کہ اگر میرے نامۂ اعمال میں

کی موجود ہے تو وہ اسے حضرت مولانا اسلام الدین صاحبؒ کے کھاتہ میں درج فرما دیں۔

بمصطفٰے برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی ست

(منقول از "شہاب" لاہور۔ ۹ راپریل ۱۹۹۱ء)

حضرت مولانا کی اولاد نرینہ نہ تھی۔ گویا قاسمی خاندان کی ایک شاخ مولانا پر ختم ہوگئی۔ البتہ آپ کی صاحبزادیوں کی ماشاء اللہ کثیر اولاد موجود ہے۔ آپ کے ایک نواسے سید محمد داؤد کراچی میں مقیم ہیں۔ دوسرے نواسے سید محمود شاہ مرحوم کے بیٹے سیالکوٹ، لاہور وغیرہ میں آباد ہیں۔ تیسرے نواسے حاجی پیرزادہ محمد حسن کراچی ہیں اور چوتھے نواسے پیرزادہ محمد محسن لاہور میں مقیم ہیں۔

آخری دونوں صاحبان پیرجی حفیظ اللہ صاحب شملوی مرحوم (متوفی ۱۹۲۵ء) کے صاحبزادے ہیں۔

تمت

تاریخ تکمیل طباعت تذکرۂ اسلاف ۳۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۸۴ھ
مطابق ۷ راکتوبر ۱۹۶۴ء

تقریظات

متعدد اہلِ علم حضرات نے "تذکرۂ اسلاف" پر طویل تقاریظ تحریر فرمائیں۔ جگہ کی قلت کے باعث ان کا صرف خلاصہ معذرت کے ساتھ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے (ناشر کتاب)

(۱)

(از جناب پروفیسر منظور حسن صاحب عباسی ماڈل ٹاؤن لاہور)

پیرزادہ مولانا بہاء الحق قاسمی نے رسالہ "تذکرۂ اسلاف" کی تالیف فرما کر ایک مستقل خانوادہ علمائے اسلام کے تذکرہ کو زندگی دوام بخشی ہے۔

قاسمی خاندان ابتدا ہی سے علم و فضل کے ساتھ سلوک و طریقت کی منازل سے آگاہ اور تعلیم و تعلم کے ساتھ رشد و ہدایت کی راہوں پر گامزن رہا۔ اسی لئے یہ خاندان پیرزادوں کے نام سے مشہور ہوا۔

یوں تو پیرزادوں کا یہ خاندان مختلف بلاد پاک و ہند میں پھیلا ہوا ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ کشمیر، سیالکوٹ اور امرتسر اس خاندان کے اکثر علماء کے مولد و مسکن رہے۔

مؤلف کتاب نے اپنی اس کتاب میں اپنے سابقہ وطن امرتسر کے ایسے علماء و فضلاء کے حالات کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے اس شہر میں بالخصوص اس خاندان سے فیض علم حاصل کیا۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ خانوادۂ قاسمی کے دو بزرگ مولانا پیر امیر الدین قاسمیؒ اور مولانا پیر صدیق اللہؒ قاسمی (کہ دونوں حقیقی بھائی تھے) سب سے پہلے کشمیر سے نقل وطن فرما کر امرتسر آئے۔ اور ایک ہی

سال یعنی ۱۲۸۰ھ میں یہیں وفات پائی اور یہیں مدفون ہوئے۔ ان دونوں بزرگوں کی اولاد و احفاد اور اُن کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

مؤلف رسالہ نے اپنے بزرگوں کے علاوہ اس خاندان سے مستفیض ہونے والے دوسرے متعدد علماء کا مختصر مگر محتوی تذکرہ بھی کیا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے بحیثیت مجموعی ایک ایسے بڑے خاندان کے دینی شغف اور اُن کے مخصوص فیوض و برکات کے دائرہ کی وسعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جس کے حالات پر پردہ پڑا ہوا تھا۔

مولانا محمد بہاء الحق قاسمی کی یہ کوشش بلاشبہ مستوجب تحسین اور خود اُن کے اہلِ علم و فضل ہونے کی ایک دلیل ہے۔

منظور احسن عباسی
ماڈل ٹاؤن لاہور

(۲)

(از جناب مولانا محمد علم الدین صاحب سالک ایم۔ اے ڈائس پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور)

محترم مولانا محمد بہاء الحق قاسمی نے تذکرہ اسلاف کے عنوان سے ایک کتاب مرتب کی ہے جو وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ یہ کتاب ان کے بزرگوں کا تذکرہ اور کشمیر اور امرتسر کی علمی تاریخ کا ایک شاندار مرقع ہے۔

ہمارے ہاں تاریخ نویسی کا عام انداز یہی چلا آتا ہے کہ دربار، درباری رسوم، اہلِ دربار اور درباری زندگی کے مرکزی کردار یعنی بادشاہ کے بارے میں کچھ واقعات جمع کر لئے جائیں اور جنگ و جدل کے خونی مرقع کو ان کے ساتھ شامل کر کے عوام

کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ یہ اپنی جگہ درست ہو سکتا ہے۔ مگر اس سے اس دور کی پوری تصویر ہمارے سامنے نہیں آتی۔ اس کے کئی پہلو اور بھی ہیں جنہیں بسا اوقات بالکل نظر انداز کیا جاتا ہے۔ ان میں اشاعت علوم اور علماء، خانقاہیں اور جماعت خانے خاص طور پر مؤرخین کی توجہ کے مرکز ہونے چاہئیں۔ کیونکہ ہمارے اخلاق و کردار کی تعمیر اسی قسم کے اداروں سے وابستہ ہے۔ ان ہی مرکزوں سے حق و صداقت کی صدائیں، حریت و آزادی کے نعرے بلند ہوئے اور خدمت خلق ایثار و خلوص اور للّٰہیت کی سرشاریاں یہیں سے پیدا ہوئیں۔ مگر جدید تاریخ نویسی میں یہ باب سرے سے غائب ہے۔ اب بعض علماء کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی ہے۔ "تذکرہ اسلاف" بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے

یہ اگرچہ تذکرہ ایک خاندان کا ہے مگر مولانا نے بعض مشہور علماء و فضلاء پر حواشی لکھ کر اس کو نہایت دلچسپ بنا دیا ہے۔ بعض علماء و صوفیاء کا تذکرہ اتنا اثر انگیز ہے کہ پڑھنے والا ان کے حالات سے اثر پذیر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تذکرہ دلچسپ، مفید اور عبرت آموز ہے۔ تمام اہل علم کو اس سے استفادہ کرنا چاہئے۔

(محمد علم الدین سالکؔ)

(۴)

(از جناب پروفیسر محمد شجاع الدین صاحب صدر شعبۂ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور)

میں نے اس دلچسپ کتاب (تذکرۂ اسلاف) کو ایک ہی نشست میں پڑھ لیا اور اسے مفید تاریخی معلومات کا حامل پایا۔ کتاب مذکور اگرچہ مولانا قاسمی کے خاندان کی تاریخ ہے لیکن افراد کی تاریخ بعض اوقات بیحد دلچسپ اور معلومات افزا ہوتی ہے اور کسی دور کی

تاریخ کی حقیقی روح کو سمجھنے کے لئے اس دور کے افراد کے افکار و اعمال کا مطالعہ بہت سودمند ہوتا ہے۔

مسلمانوں میں ذاتی اور خاندانی تاریخوں کی تسوید و ترتیب کا بیحد رجحان رہا ہے اور انہوں نے اپنے نامور اسلاف کے کارناموں کو آئندہ نسلوں کی رہنمائی کے لئے محفوظ کرنے کی ہمیشہ کوشش کی ہے اور اکثر اوقات ان کوششوں نے نہایت اہم تاریخی ضروریات کو پورا کیا ہے۔

آزادی وطن سے کوئی سو سوا سو سال قبل مسلمانوں کے مقتدر خاندان کشمیر سے امرتسر آ گئے تھے ان میں خانوادہ قاسمیہ بھی تھا۔ مولانا عنایت اللہؒ قاسمی کے دو فرزند حضرت بابا پیر امیر الدینؒ قاسمی اور حضرت پیر صدیق اللہؒ قاسمی تھے۔ اس خاندان کے افراد مولانا عنایت اللہؒ قاسمی کے دادا حضرت شیخ قاسمؒ بہائیؒ کے نام پر قاسمی کہلاتے ہیں امرتسر میں بھی اس خاندان نے اپنی علمی روایات کو قائم رکھا اور اس میں حضرت مولانا مفتی پیر غلام رسولؒ صاحب قاسمی اور حضرت مفتی پیر غلام مصطفےٰ صاحبؒ قاسمی جیسے مقتدر بزرگ پیدا ہوئے۔ اگر پاکستان کے دوسرے مقتدر اور تاریخی خاندانوں کے افراد بھی اپنے خاندانوں کی تاریخوں کو احاطۂ تحریر میں لائیں اور اپنے بزرگوں کے علمی آثار کو محفوظ کرلیں تو یہ ایک بہت بڑی تاریخی خدمت ہوگی۔

مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۶۲ء محمد شجاع الدین صدر شعبۂ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور

(۲)

(از جناب مولوی محمد عبد اللہ صاحب قریشی بی۔اے مؤلف "تاریخ اقوام کشمیر" جلد ثالث)

مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی اس بزرگ خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ جو

پشت ہا پشت سے علم و عمل کا گہوارہ چلا آتا ہے۔ اس خاندان کے بزرگ جب تک کشمیر میں رہے، وہاں علم و عرفان کے دریا بہاتے رہے اور جب وہاں سے ہجرت کر کے امرتسر چلے آئے تو یہاں اپنے فطری جوہر لٹانے لگے۔ ہزاروں لوگ اس دولت علم و فضل سے مالا مال ہوئے اور اب مولٰنا محمد بہاء الحق قاسمی کے ذریعہ یہ فیض لاہور میں جاری ہے۔

مولٰنا نے مستند حالات کے جمع و ترتیب میں جتنی محنت کی ہے وہ "نام نیک رفتگاں ضائع مکن" کا مصداق اور ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے جس کی جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے۔

۷ فروری ۱۹۶۲ء — محمد عبد اللہ قریشی لاہور

(۵)

(از جناب ڈاکٹر محمد باقر صاحب ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی صدر شعبۂ فارسی پنجاب یونیورسٹی لاہور)

آج کل کے مادی اور سیاسی دور کی ہماہمی میں آپ نے "تذکرۂ اسلاف" لکھ کر بڑا نیک اور مفید کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

پاکستان کے عوام کو کچھ ایسے راستے پر ڈال دیا گیا ہے کہ وہ یہ بھی بھول چکے ہیں کہ ان کے اسلاف میں ایسی برگزیدہ شخصیتیں بھی موجود تھیں جن کے سوانح حیات کا مطالعہ دین و دنیا کی فلاح کا موجب بن سکتا ہے اس عمومی تاریکی میں آپ نے "تذکرۂ اسلاف" لکھ کر شمع ہدایت روشن کی ہے۔ اردو زبان میں یہ کتاب مغتنمات میں شمار ہوگی۔

میں آپ کی اس عنایت کے لئے بیحد ممنون ہوں کہ آپ نے بزرگانہ شفقت سے کام لے کر مجھ جیسے عاجز کو اس قیمتی کتاب کا ایک نسخہ عنایت فرمایا اس کے لئے میں مکرر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

محمد باقر۔ ۲۲ ستمبر ۱۹۶۲ء

(مولٰنا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی کے نام ڈاکٹر صاحب موصوف کے ایک گرامی نامہ کا خلاصہ)

قطعۂ تاریخ طباعت تذکرۂ اسلاف بار اوّل

نتیجۂ فکر جناب ابو طاہر فدا حسین صاحب فدا مدیر ماہنامہ "مہر و ماہ" لاہور

تذکرہ اسلاف کا ہے قسل تعال — علم و عرفاں کا ہے نوری آئینہ
اس کے اِک اِک حرف میں شرح نبیؐ — نقطہ نقطہ ہے بنائے لا الٰہ
معدنِ علم و ہنر اس کو کہوں — یا کہ انوارِ حکیمؔ کی جلوہ گہ
ہیں مرتّب اس کے میرے محترم — پیرزادہ ہاشمی ذی مرتبہ

فکرِ تاریخ طباعت پر فداؔ
بولا ہاتف، چھپ گیا ہے تذکرہ

۱۳۸۱ھ

قطعۂ تاریخ طباعت بار دوم

از جناب پروفیسر منظور احسن صاحب احسن عباسی

جناب ہاشمی نے جو لکھا ہے — یہ نادر تذکرہ اسلاف کا ہے
مقاصد کی ہوئی تشریح و تصدیق — چھپا ہے بارِ دیگر بعدِ تحقیق
ہوئی تاریخ احسنؔ نے جو کی فکر — بزرگانِ بہاؤ الحق کا ہے ذکر

۱۳۸۴ھ

سنِ عیسوی | مستحسن طیّب تذکرہ (از حکیم محمد موسیٰ صاحب)

۱۹۶۴ء

فہرست عنوانات و مضامین تذکرۂ اسلاف

ضمنی تذکرے ومضامین

تصحیح اغلاط

غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر
	۱۱۸۹ھ	۱۷	آخری	و تخضیض	و تخصیص سنین	۱۵۲	۱۰
پرنارگان	پیرزادگان	۲۰	۶	اشجاعۃً	اشتخاءً	۱۷۱	۹
مرقوم ل	مرقوم ہیں	۳۴	۱۳	تیمیم	تیمم	״	آخری
دست	راست	۵۲	۸	گ	کی	۱۷۳	۱۲
زیبخا	زبیخا	۱۱۶	۱۳	جنبش	جنبش	۱۷۴	۱۳
تبنیخ	منسخ	۱۲۴	۱ و ۲	×	در رسید	״	۱۴
۱۹۵۰ء	۱۹۴۸ء	۱۴۲	۶				
مدظلہٗ العالی	مدظلہ العالی	۱۴۳	۱۰	ہے (تصحیح کنندہ حکیم محمد موسیٰ)			

تذکرۂ اسلاف

از محمد بہاء الحق قاسمی

خطیب جامع مسجد ماڈل ٹاؤن لاہور